دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح وشام پیدا کر

جو تم کچھ بننا چاہو

(مدارس کے طلبہ اور نو فارغین کے لیے ایک رہنما کتاب)

محمد فرید حبیب ندوی

امام بخاریؒ ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

جوتم کچھ بننا چاہو

(مدارس کے طلبہ اور نو فارغین کے لیے ایک رہنما کتاب)

محمد فرید حبیب ندوی

(استاد: مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، علی گڑھ: شاخ دار العلوم ندوۃ العلما)

(معاون مدیر: ماہنامہ ندائے اعتدال، علی گڑھ)

امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

طبع اول دسمبر ۲۰۱۸ء

نام کتاب : جو تم کچھ بننا چاہو

نام مصنف : محمد فرید حبیب ندوی

کمپوزنگ : عبدالرحمٰن ارریاوی

صفحات : ۵۶

تعداد : ۲۲۰۰

قیمت : ۵۰

ناشر : امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

Jo Tum Kuch Banna Chaho

Mohd. Fareed Habeeb Nadwi
Mob. 9012621589; Email: 12fareedamu@gmail.com

ملنے کے پتے

۱۔ دارالکتاب، دودھ پور، علی گڑھ
۲۔ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، علی گڑھ
۳۔ مکتبہ دارین، شباب مارکیٹ، لکھنؤ
۴۔ پاریکھ بکڈپو، ندوہ روڈ، لکھنؤ
۵۔ دیوبند کے مشہور کتب خانوں پر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

یہ جدید دنیا جس کا آغاز سولہویں صدی کے صنعتی انقلاب اور سترہویں صدی میں رونما ہونے والے جدید نظریات سے ہوتا ہے۔ان نظریات میں ڈارون کے نظریۂ ارتقاء،فرائڈ کے نظریۂ جنس اور کارل مارکس کے نظریۂ اقتصادیات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اول الذکر انقلاب اور ثانی الذکر نظریات نے مل کر انسانیت کی قلب ماہیت کردی ہے۔ سارا زور اس کی حیوانی اور جسمانی ضروریات پر صرف کیا گیا اور اس کی روحانی و معنوی ضرورت کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان آسمانوں پر اڑ رہا ہے،مگر انسانی اعلی قدروں کے ساتھ زمین میں جینے کی نعمت سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔

آج اگر ایک ہزار انسانوں سے ان کے مقصد حیات اور مسائل زیست کے حوالے سے گفتگو کی جائے تو شاید دس بیس آدمی بھی ایسے نہ نکلیں گے جو اولاد آدم کے روحانی بحران (Spiritual Crisis) کا رونا روتے نظر آئیں گے۔سب کے سب مادی ہوس میں غوطہ زن ملیں گے۔

حسرت وافسوس اس وقت اور بڑھ جاتا ہے جب ہوا و ہوس اور مادیت کی دوڑ میں امت مسلمہ کے افراد بھی مقابلہ آرائی کرتے نظر آتے ہیں۔وہ امت جو دنیا کے لیے نمک تھی،وہی اپنی نمکینی کھو رہی ہے۔جو دنیا کی امام بنائی گئی تھی،وہ خود کاسۂ گدائی لیے مغربی اقدار و نظریات کے سامنے کھڑی ہے۔جس کے نوجوانوں کو شاہین اور شہباز صفت ہونا تھا،وہ ''مہذب حیوانوں'' کی زلہ ربائی پر فخر کرتے نظر آتے ہیں۔ظاہر ہے یہ صورت حال نہ تو ایک دن میں پیدا ہوئی ہے،نہ ہی کسی ایک کمزوری نے یہ دن دکھایا ہے؛ بلکہ غلط نظام تعلیم،منحرف انداز تربیت،بگڑا ہوا ماحول،اپنی تہذیبی قدروں سے لاتعلقی اور مغرب کی اندھا دھند تقلید؛اس کی ذمے دار ہے۔

ہمارے دینی مدارس جن کا خاص مقصد مردم گری اور انسانیت سازی رہا ہے، موجودہ ماحول کی خرابیوں سے وہ بھی اپنے کو بچا نہ سکے۔ یہاں کے طلبہ بھی مقصدیت سے عاری، ذمے دارانہ زندگی کے ادراک سے دور اور انسانیت کی ہدایت و قیادت کے لیے اپنے کو تیار کرنے کے حوالے سے کوتاہ دست ثابت ہوئے ہیں۔

میں مولانا محمد فرید حبیب ندوی (استاد مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، علی گڑھ، ومعاون مدیر ماہنامہ ''ندائے اعتدال'' علی گڑھ) کو دل کی گہرائیوں کے ساتھ مبارک باد پیش کروں گا کہ انھوں نے طلبۂ مدارس دینیہ کی سیرت سازی، مردم گری، ان میں داعیانہ، معلمانہ اور مجاہدانہ اسپرٹ پیدا کرنے اور ان کو ان کے مقصد سے آگاہ کرنے اور پھر جی جان لڑا کر اس کو پانے کی سمت خیر خواہانہ رہنمائی کی ہے۔

مولانا نے بالکل ابتدا ہی میں طلبہ کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ:

''یہ بات ذہن میں بٹھا لیجیے کہ اگر آپ کچھ بننا چاہتے ہیں تو اس کا سارا دارومدار آپ کے عزم وارادے پر ہے۔ اگر آپ نے کچھ بننے کی ٹھان لی تو پھر آپ کے لیے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اور اگر آپ ہی میں عزم وارادے کی کمی ہے تو پھر کوئی ادارہ، کوئی استاد اور کوئی نصاب آپ کو نہیں بنا سکتا۔ یہ مثل آپ نے ضرور سنی ہوگی: ''ہمت مرداں - مددِ خدا''۔

کتاب ہٰذا '' جو تم کچھ بننا چاہو '' مصنف کے گہرے مطالعے اور راہِ علم ودعوت میں تجربات کا نچوڑ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں اپنے آپ کو بنانے کا عزم وارادہ رکھنے والوں کے لیے یہ '' گنج ہائے گراں مایہ'' ہے تو قطعاً مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ ''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کی ہی نہیں ''بہترین'' کی مصداق ہے۔ نہ بننے پہ ہٹ دھرمی دکھانے والوں کے لیے تو کتاب وسنت سے بھی روشنی نہیں مل سکتی۔

ہونہار، بیدار مغز، ذمے دار اور باشعور طلبہ کو مشورہ دوں گا کہ کتاب ہٰذا کا لگن کے ساتھ مطالعہ کریں اور اس کے بتائے ہوئے سانچے میں اپنے کو ڈھالنے کی کوشش کریں۔ جس دن ہمارے طلبہ کا شعور بیدار ہو گیا، اسی دن انھوں نے کامیابی کے مرکب پر اپنے کو سوار کر لیا، جو ایک

دن منزل تک پہنچ ہی جائے گا۔

مولانا محمد فرید ندوی صاحب کی زیر نظر وقیع تصنیف کے بارے میں مجھے امید ہے کہ اپنی پہچان بنائے گی اور اپنی افادیت ثابت کرے گی۔ اس سے پہلے محی الدین غازی صاحب کی کتاب اسی حجم کی ''اپنی شخصیت خود بنائیں'' آ چکی ہے؛ لیکن جناب فرید ندوی صاحب نے چوں کہ مدارس کے طلبہ اور نو فارغین کو مخاطب بنایا ہے، اس لیے ان کے حق میں اسے ایک ''کارآمد نسخے'' کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

اب یہ ان طلبہ پر موقوف ہے کہ اس سے وہ کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے نوجوانانِ اسلام کو سوزِ جگر اور تڑپنے پھڑکنے کا سلیقہ دے دے۔

اللہ مصنف کتاب کو، اس کے پڑھنے والوں کو اور ان کلمات کے لکھنے والے کو سرخرو وسرفراز کرے۔ (آمین)

خاکسار

محمد علاؤالدین ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلما، لکھنؤ

۲۰۱۸/۱۱/۲۴

تائیدی کلمات

الحمد لله رب العٰلمين وبه نستعين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله وصحبه أجمعين۔أما بعد !

اگر مدارس اسلامیہ کے طلبہ یہ سمجھ لیں کہ وہ کون ہیں؟ کیا ہیں؟ ان کے مقاصد کیا ہیں؟ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ملت کی ان سے توقعات کیا ہیں؟ اور پھر اس کے مطابق محنت کرنے لگیں اور اپنے کو مستقبل کے لیے تیار کریں اور فراغت کے بعد ان مقاصد کے مطابق کام کریں تو بہت جلد پورے ملک میں ایک علمی، دینی اور دعوتی زبردست انقلاب آجائے، اور ملت کے مسائل حل ہوجائیں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ طلبہ اپنے مقاصد نہیں سمجھتے، اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ بسا اوقات ان کی صحیح رہنمائی نہیں ہو پاتی۔ اس لیے مسائل جوں کے توں رہ جاتے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں عزیزی مولوی محمد فرید حبیب ندوی نے طلبۂ مدارس کی بہت سی الجھنوں کا جواب دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مطالعے کے سلسلے میں بھی اچھی رہنمائی کی ہے۔ مطالعے سے صحیح فائدہ کس طرح اٹھایا جاسکتا ہے، اس پر بھی خوب لکھا ہے۔

برادر عزیز اگرچہ نو عمر ہیں۔ ان کی فراغت کو ابھی آٹھ دس سال ہی ہوئے ہیں۔ اور یہ موضوع کسی تجربے کار اور جہاں دیدہ اور عمر رسیدہ عالم کے لکھنے کا ہے۔ تاہم اس نو عمری اور مختصر تجربے کے باوجود برادر عزیز کے دل میں طلبہ کی عمومی صورت حال کو دیکھتے ہوئے، اس اہم ترین موضوع پر لکھنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ یہ خود ایک مستحسن اور قابل مبارک باد عمل ہے۔ پھر انھوں نے اس پر قلم اٹھانے کی جرأت کی۔ لکھا اور خوب لکھا اور طلبۂ مدارس کے لیے ایک گائڈ لائن تیار کردی۔ ہم اس پر ان کو بہت بہت مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اس کو مفید سے مفید تر بنائے اور ان سے مزید اچھے کام لے۔ اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

۱۸/۳/۱۴۴۰ھ

۲۷/۱۱/۲۰۱۸ء

فیصل احمد ندوی

استاد: دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

پیش لفظ

الحمد لله كفى والصلاة والسلام على محمد المصطفى وعلى آله وصحبه أجمعين۔

یہ کتابچہ دراصل مدارس کے طلبہ اورنو فارغین کے لیے ہے۔کافی دنوں سے میں ایک ایسی کتاب کی تلاش میں تھا جو طلبہ کو پیش آنے والی الجھنوں کو دور کرسکے۔اس سلسلے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اور جن میں سے چند میری نظر سے بھی گذری ہیں،اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود مجھے مفیدِ مطلب نہ معلوم ہوئیں؛اس لیے کہ ان میں زیادہ تر باتیں ناصحانہ یا ترغیبی پہلو لیے ہوئے ہیں۔اگرچہ یہ دونوں چیزیں بھی ضروری ہیں؛لیکن ان میں طلبہ کی الجھنوں کا حل نہیں ملتا۔مثال کے طور پر یہ تو ملتا ہے کہ اپنا مقصد متعین کرو؛لیکن طلبہ کی اس الجھن کا کوئی جواب نہیں ملتا کہ وہ کون کون سے مقاصد طے کرسکتے ہیں یعنی ان کے سامنے آپشن کیا کیا ہیں؛اس لیے کہ عام طور پر طلبہ کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ ہم بس ایک ہی مقصد متعین کرسکتے ہیں اور وہ ہے بس عالم بننا،پھر نہیں معلوم کہ کیا کرنا ہے۔میں نے اس طرح کی الجھنوں کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

میں نے کوشش کی ہے کہ اپنی مختصر سی زندگی میں جن چیزوں کی افادیت یا نقصان میں نے محسوس کیا ہے،سب کو اس میں جمع کردوں۔

اس سے فائدہ وہی طلبہ اٹھاسکیں گے جو کچھ کرنا اور بننا تو چاہتے ہیں؛لیکن ابتدا میں بہت سی چیزوں کے صاف اور واضح نہ ہونے کی وجہ سے وہ کمزوریوں کا شکار رہ جاتے ہیں۔امید ہے کہ اس کے ذریعے سے وہ ایسی پیدا ہونے والی کمیوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔رہے وہ طلبہ جو کچھ کرنا ہی نہیں چاہتے،تو ان کے لیے اس کتاب میں بھی کچھ نہیں۔

مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا ادراک ہے۔اس کے باوجود میں نے اس اہم موضوع پر جو قلم اٹھایا تو دراصل اس کے پیچھے ایک جذبہ ہے۔خدا کرے کہ وہ جذبہ بارگاہِ ایزدی

میں مقبول ٹھہرے اور مصنف کے لیے نجات کا سبب بن جائے۔

میں مولانا علاؤ الدین ندوی مدظلہ اور استاد محترم مولانا فیصل احمد ندوی مدظلہ کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ آپ حضرات نے اپنے کلمات عالیہ سے کتاب کو اعتماد بخشا اور اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔ میرا دل دونوں حضرات کے لیے احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے۔ میں مولانا محمد غزالی ندوی (استاد: مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، وڈائریکٹر: امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ)، رفیق مکرم خالد ضیا صدیقی ندوی (امام بخاری ریسرچ اکیڈمی) اور صدیق محترم مفتی محمد طارق ندوی (استاد: مدرسۃ العلوم الاسلامیہ) کا بھی نہایت ممنون ہوں کہ سب حضرات نے کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا اور قیمتی مشوروں سے نوازا۔ میں برادرم عبدالرحمان کا بھی نیاز مند ہوں کہ انھوں نے کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کا کام بحسن وخوبی انجام دیا اور اس کے لیے اپنا قیمتی وقت خرچ کیا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کو مفید سے مفید تر بنائے اور مصنف و معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

محمد فرید حبیب ندوی

(رفیق: امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ)

۲۸ر نومبر ۲۰۱۸ء

تشکیلِ ذہن

۱ قوتِ ارادی:

اپنی دنیا آپ پیدا کر

۲ خود اعتمادی:

میں ہر کام کر سکتا ہوں

۳ مدارِ قابلیت:

اگر آپ کا ذہن کمزور ہے تو......

۴ نسخۂ شفا:

پڑھنے میں طبیعت کیسے لگے؟

۱۔ قوتِ ارادی:

اپنی دنیا آپ پیدا کر

یہ بات ذہن میں بٹھا لیجیے کہ اگر آپ کچھ بننا چاہتے ہیں تو اس کا سارا دارومدار آپ کے عزم وارادے پر ہے۔ اگر آپ نے کچھ بننے کی ٹھان لی تو پھر آپ کے لیے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اور اگر آپ ہی میں عزم وارادے کی کمی ہے تو پھر کوئی ادارہ، کوئی استاد اور کوئی نصاب آپ کو نہیں بنا سکتا۔ یہ مثل آپ نے ضرور سنی ہوگی: ''ہمتِ مرداں۔ مددِ خدا''۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ طلبہ ادارے کی خرابیاں اور نقائص گناتے ہیں، اور دیگر کمیوں کا شکوہ کرتے ہیں؛ لیکن اپنے اندر فولادی ارادہ پیدا نہیں کرتے؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خود کچھ بننے کی سوچتے ہی نہیں۔ ہمارے ارادے کا حال کچے دھاگے کی ڈور کی طرح ہوتا ہے، جو ذرا سے جھٹکے سے ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لیے یہ بات اچھی طرح ذہن میں جاگزیں کر لیجیے کہ دنیا کی کوئی طاقت نہ آپ کو بنا سکتی ہے اور نہ آپ کو بننے سے روک سکتی ہے۔ اصل آپ کا ارادہ ہے۔ باقی ادارہ، نصاب اور اساتذہ؛ یہ سب معاون و مددگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اساتذہ اور ادارے کا رول بہت اہم ہوتا ہے،؛ لیکن اس کی اہمیت اسی وقت ہے، جب آپ نے بھی کچھ بننے کی ٹھان لی ہو۔

اس لیے سب سے پہلی چیز یہ ضروری ہے کہ آپ کچھ بننے کا عزم کریں۔ ایسا عزم جسے کوئی مصیبت، کوئی پریشانی اور کوئی رکاوٹ موڑ نہ سکے۔

●

۲۔ خوداعتمادی:

میں ہر کام کرسکتا ہوں

ہمارے طلبہ میں خوداعتمادی کی بہت کمی ہوتی ہے۔خاص کر ان طلبہ میں جو کمزور ہوتے ہیں۔ہوتا یہ ہے کہ جو طلبہ کمزور ہوتے ہیں، آہستہ آہستہ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ ہم تو کمزور ہیں، ہم کتاب نہیں سمجھ سکتے یا ہم عبارت حل نہیں کر سکتے، اور پھر ہوتا یہ ہے کہ وہ دوسرے طلبہ کے دست نگر بن جاتے ہیں، حتی کہ وہ خود سے سبق کا اعادہ بھی نہیں کر پاتے۔جس طرح وہ درجے میں استاد کا درس سنتے ہیں، اسی طرح بعد میں اپنے کسی ساتھی طالب علم کا مذاکرہ سن لیتے ہیں۔ان کا کام بس سننا ہوتا ہے۔عبارت حل کرانا یا دوسروں کے سامنے اپنا سمجھا ہوا دوہرانا؛ ان کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ایسے طلبہ کی مثال میلاد کے سامعین کی ہے۔

اپاہج اور بھی کر دیں گی یہ بیسا کھیاں تجھ کو
سہارے آدمی سے استقامت چھین لیتے ہیں

یہ سب سے بڑی بیماری ہے۔آپ پہلے اس بیماری کو دور کریں اور اپنے اندر یہ احساس اور یقین پیدا کریں کہ آپ کچھ بھی بن سکتے ہیں۔آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔کوئی کتاب ایسی نہیں، جسے آپ نہ سمجھ سکیں اور کوئی عبارت ایسی نہیں جو آپ سے حل نہ ہو سکے۔کوئی اسٹیج ایسا نہیں جس پر کھڑے ہو کر آپ تقریر نہ کر سکیں۔اور کوئی محفل ایسی نہیں جہاں آپ اپنی بات نہ رکھ سکیں۔نپولین بوناپارٹ کا مشہور مقولہ ہے: ''ناممکن کا لفظ میری ڈکشنری میں نہیں''۔آپ بھی اسے اپنی ڈکشنری سے نکال دیجیے۔

یاد رکھیے اتنی اہمیت ذہانت کی بھی نہیں، جتنی اہمیت اپنی صلاحیت اور اپنی ذات پر یقین کی ہے۔خوداعتمادی انسان کو بہت آگے لے جاتی ہے۔بقول شخصے: ''یقین والا آگے نکل جاتا ہے، ذہین پیچھے رہ جاتا ہے''۔پھر یہ بھی یقین رکھیے کہ آپ کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔جو بھی آپ تگ ودو کریں گے، اللہ تعالیٰ اس کا پھل ضرور عطا کرے گا۔

خود اعتمادی نہ ہونے کی وجہ سے انسان میں احساس کمتری، مرعوبیت، ذہنی الجھن، خوف، مایوسی، تردد اور شرمندگی جیسے بہت سے عیب پیدا ہو جاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ بے اعتمادی پیدا کیوں ہوتی ہے؟

دراصل اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان دوسروں کی صلاحیتیں دیکھ کر مرعوب ہو جاتا ہے۔ وہ جب کسی میں کوئی ایسی صلاحیت دیکھتا ہے، جو اس میں نہیں ہوتی ہے، تو وہ اپنے بارے میں بے اعتمادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم دیکھتا ہے کہ فلاں طالب علم بہت ذہین ہے اور وہ خود ذہنی اعتبار سے کمزور ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ اس کے ذہن میں دوسرے کی ذہانت اور اپنی کند ذہنی کا تصور بیٹھ ہو جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ تو یاد کر سکتا ہے، مجھ سے یاد نہیں ہوتا۔ آہستہ آہستہ یہ چیز اسے اندر سے بالکل کھوکھلا کر دیتی ہے۔

یہ بیماری دور کیسے ہو؟

ہونا یہ چاہیے کہ اگر وہ کسی دوسرے فرد میں کوئی صلاحیت دیکھے تو یہ سمجھے کہ اگر اُس میں یہ صلاحیت ہے تو مجھ میں بھی دوسری ایسی صلاحیتیں ہے، جو اس میں نہیں ہیں۔ اگر وہ اس طرح اپنی مختلف صلاحیتوں کا ادراک کرنے لگے گا، تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ مثلاً اسی بات کو لیجیے کہ اگر ایک طالب علم اس سے زیادہ ذہین ہے، تو وہ اس کی ذہانت سے مرعوب ہونے کے بجائے یہ سمجھے کہ وہ ذہین ہے تو کیا ہوا، میں اس سے زیادہ محنتی ہوں۔ وہ میرے برابر محنت نہیں کر سکتا۔ میں زیادہ دیر تک پڑھ سکتا ہوں، وہ زیادہ دیر تک نہیں پڑھ سکتا۔ یا یہ کہ میں اچھی تقریر کر سکتا ہوں اور وہ تقریر نہیں کر سکتا۔ یا اس طرح کی اپنی دوسری صلاحیتوں کو ذہن میں لائے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اسے محسوس ہوگا کہ وہ بھی صلاحیتوں میں کسی سے کم نہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی صلاحیت ہے اور کسی کے پاس کوئی دوسری۔ جب وہ اس طرح سوچنے لگے گا، تو یہ چیز اس کی خود اعتمادی میں اضافے کا سبب بنے گی۔

لیکن یہ یاد رہے کہ خود اعتمادی کا مطلب احساس برتری نہیں ہوتا۔ جس طرح احساس کمتری بری چیز ہے، اسی طرح احساس برتری بھی پسندیدہ نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ:

خود اعتمادی، احساس کمتری اور احساس برتری کے درمیان کی ایک چیز ہے۔

●

۳۔ مدارِ قابلیت:

اگر آپ کا ذہن کمزور ہے تو......

بہت سے طلبہ قدرتی طور پر ذہنی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں اور پھر اس چیز کو وہ اپنے لیے مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں ان کے ذہن میں یہ احساس بیٹھ جاتا ہے کہ ہم تو کمزور ذہن رکھتے ہیں، اس لیے بڑے آدمی یا قابل نہیں بن سکتے۔ یاد رکھیے کمزور ذہن کا ملنا یا طاقت ور ذہن کا حاصل ہونا؛ یہ کسی انسان کے بس کی چیز نہیں۔ یہ تو اللہ کی عطا ہے، وہ جسے جو چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اس نے قابلیت یا کامیابی کا دار و مدار ذہن پر رکھا بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نعوذ باللہ یہ ماننا پڑتا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو کمزور ذہن اس لیے دیا ہے تاکہ وہ کامیاب نہ ہو سکیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے سب بندوں کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے۔ نیز کامیابی یا ناکامی کا دار و مدار ایسی کسی چیز پر ہو بھی نہیں سکتا، جو انسان کے بس میں نہ ہو۔ یہ چیز اللہ کی حکمت کے خلاف ہے۔

ذہانت بس ایک معاون چیز کی حیثیت رکھتی ہے، جیسے بہت سی دیگر چیزیں معاون ہوتی ہیں۔ مثلاً ماحول ایک معاون ہوتا ہے۔ اچھا ادارہ اور اچھے اساتذہ معاون ہوتے ہیں؛ لیکن ان میں سے کسی پر بھی کامیابی کا پوری طرح دار و مدار نہیں ہوتا ہے۔

کامیابی کا دار مدار ان چیزوں پر ہوتا ہے جو انسان کے بس میں ہیں۔ اس لیے آپ سمجھ لیجیے کہ کامیابی صحیح سمت میں، مناسب وقت پر، مناسب جد و جہد کرنے پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر آپ ذہنی اعتبار سے کمزور ہیں؛ لیکن بھر پور جد و جہد کرتے ہیں، تو یاد رکھیے کہ آپ کو کامیاب ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اس کی سیکڑوں مثالیں ہیں، مگر ہم طوالت کے خوف سے انھیں قلم انداز کرتے ہیں۔

آپ کو اس بات پر یقین کامل ہونا چاہیے کہ اگر آپ اپنی طرف سے محنت و کوشش

کرنے میں پوری طرح مخلص وایمان دار ہیں تو اللہ تعالی آپ کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کسی خاص فن میں ماہر نہ بن سکیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو دوسرے کسی ایسے عظیم کام کے لیے استعمال کرلے گا جس کا آپ کے ذہن میں تصور بھی نہ ہوگا، اور پھر آپ اس میدان میں بام عروج تک پہنچ جائیں گے۔

اس لیے آپ اپنی مقدور بھر کوشش کرنے میں کوئی کوتاہی نہ برتیے۔ اور ذہین طلبہ کو دیکھ کر مایوسی کا شکار نہ ہوئیے؛ بلکہ ذہین طلبہ سے زیادہ محنت کیجیے۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ کمزور طلبہ ذہین طلبہ سے کم محنت کرتے ہیں، اور پھر جب وہ تعلیم میں کمزور رہ جاتے ہیں تو ایک تو اپنی کند ذہنی کا شکوہ کرتے ہیں، اور دوسری طرف یہ چیز انھیں احساس کمتری میں مبتلا کر دیتی ہے۔

یاد رکھیے کہ کامیابی ذہانت سے نہیں؛ بلکہ مناسب سمت میں، مناسب وقت پر، مناسب جدوجہد سے حاصل ہوتی ہے۔

●

۴۔ نسخۂ شفا:

پڑھنے میں طبیعت کیسے لگے؟

بہت سے طلبہ اپنی اس الجھن کا ذکر کرتے ہیں کہ دل تو چاہتا ہے خوب محنت کریں؛ لیکن ایک دو یا چند دن کے بعد طبیعت اکتاہٹ کا شکار ہونے لگتی ہے۔ اس کا حل کیا ہے؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ عموماً یہ صورت ایسے طلبہ کے ساتھ ہی پیش آتی ہے جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ بامقصد لوگ عموماً اس چیز سے دوچار نہیں ہوتے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کبھی کبھار وہ بھی اکتاہٹ کا شکار ہوجائیں؛ لیکن وہ بہت جلد ہی اس پر قابو پالیتے ہیں اور ان کا مقصد انھیں پھر سے متحرک کردیتا ہے۔

بہرحال جن طلبہ کو یہ دقت اکثر پیش آتی ہے، پہلے تو ان سے گزارش ہے کہ وہ اس بات کو ذہن سے نکال دیں کہ پڑھائی میں ان کا جی نہیں لگتا۔ اس لیے کہ آپ جس بات کو سوچیں گے، وہ اور زیادہ راسخ ہوتی جائے گی۔ لہذا پہلے تو اسے ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کریں اور یہ سوچیں کہ پڑھائی میں مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔ یہ کام گو مشکل ہے؛ لیکن ناممکن نہیں۔ اس کے بعد ان کے لیے مشورہ ہے کہ اولاً وہ اپنا مقصد ضرور متعین کریں۔ ثانیاً وہ اپنا روز کا نظام طے کریں۔ یعنی جب وہ صبح بیدار ہوں تو سب سے پہلے اپنے ذہن میں یہ خاکہ بنالیں۔ یا اگر لکھ لیں تو اور بہتر ہے۔ کہ مجھے آج رات سونے تک کیا کرنا ہے اور کتنا پڑھنا ہے۔ مثلاً وہ یہ طے کرلیں کہ مجھے آج پانچ اشعار یاد کرنے ہیں۔ دو صفحے کا مضمون لکھنا ہے۔ کسی نحوی قاعدے کے پچاس جملے بنانے ہیں۔ فلاں کتاب کے دو صفحے حل کرنے ہیں۔ اور ہر چیز کا وقت ذہن نشیں کرلیں۔ اِن شاء اللہ امید ہے کہ پھر وہ اس الجھن کا شکار نہ ہوں گے۔ اور اگر پھر بھی ایسی صورت پیش آئے تو جب بھی احساس ہوجائے، اسی وقت سے دوبارہ پھر اپنے کام میں لگ جائیں۔ یہ تو انسان کی فطرت ہے کہ کبھی اس کی طبیعت میں نشاط ہوتا ہے اور کبھی سستی و بے زاری۔ اچھا انسان وہی ہوتا ہے جو کوشش میں لگا رہتا ہے۔ گرتا ہے، پھر اٹھتا ہے، پھر گرتا ہے اور پھر اٹھتا ہے۔ اسی طرح کرتے کرتے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

جانب منزل یونہی بڑھتا ہی چل
ایک دن منزل تجھے مل جائے گی

اپنے حوصلوں کو یہ مت بتاؤ کہ تمہاری تکلیف کتنی بڑی ہے۔ بلکہ اپنی تکلیف کو یہ بتاؤ کہ تمہارا حوصلہ کتنا بڑا ہے۔ (کامیابی کے اصول، ص۹۰)

قیمت کے پیچھے مت بھاگیے، خود کو قیمتی بنا لیجیے۔ قیمت آپ کے قدموں میں آ کر گرے گی۔ (کامیابی کے اصول، ص۱۲۰)

کامیابی کا مطلب شہرت نہیں ہوتا۔ اگر آپ اپنے میدان میں اچھا کام کر رہے ہیں، تو پھر آپ کامیاب ہیں۔ چاہے آپ کو کوئی نہ جانتا ہو۔ (مصنف)

تعمیرِ شخصیت

مقصد:

- آپ کیوں پڑھ رہے ہیں؟ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟
- مدرسے کے طلبہ کے سامنے کون کون سے مقاصد ہو سکتے ہیں؟
- آپ کے سامنے کیا کیا آپشن ہیں؟

اختصاص:

- آپ کا اصل مضمون کونسا ہے؟

درسی کتب:

- مہارت حاصل کرنے کا طریقہ:

خارجی کتب:

- مطالعے کی ترتیب اور طریقہ:
- ترتیب:
- ایک اور بات:
- یہ بھی کریں:
- مطالعے کا طریقہ:

مقصدیت:

آپ کیوں پڑھ رہے ہیں؟ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہم رضائے الٰہی کے حصول کے لیے پڑھ رہے ہیں۔ یقیناً یہ ہم سب کا مقصد ہے، لیکن یہاں ہم دنیاوی زندگی سے متعلق مقصد کی بات کررہے ہیں نہ کہ اخروی زندگی سے متعلق۔

جب آپ بازار جاتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ کہاں جانا ہے اور کیا کام ہے۔ اگر آپ یوں ہی بلا کچھ سوچے سمجھے بازار چلے جائیں تو وقت کی بربادی کے سوا کچھ نہیں کریں گے۔ تو جس طرح آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ بازار کیوں جارہے ہیں، کپڑے خریدنے ہیں، یا جوتے خریدنے ہیں، یا کچھ اور کام ہے، اسی طرح آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ آپ مدرسے میں کیوں آئے ہیں اور کیوں پڑھ رہے ہیں؟ اور آپ کیا بننا چاہتے ہیں؟

اس کا سیدھا سا جواب تو یہی ہے کہ ہم عالم بننا چاہتے ہیں، ندوے سے یا دیوبند سے فارغ ہونا چاہتے ہیں؛ لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ جواب کتنا مبہم ہے!

اس لیے سب سے پہلے اپنا ہدف طے کریں اور اپنا مقصد متعین کریں۔ جسے یہی نہ معلوم ہو کہ جانا کہاں ہے، تو اسے منزل کیسے ملے گی؟

طلبہ عام طور پر اشکال کرتے ہیں کہ سب یہ تو کہتے ہیں کہ مقصد متعین کرو؛ لیکن یہ نہیں بتاتے کہ ہمارے پاس آپشن کیا کیا ہیں۔ ہمارے سامنے کون کون سے مقاصد ہو سکتے ہیں، جن میں سے کسی ایک کو ہم متعین کرسکیں؟ ہمیں تو سیدھا سا مقصد یہی لگتا ہے کہ عالم بن جائیں اور مدرسے سے فارغ ہو جائیں۔

مدرسے کے طلبہ کے سامنے کون کون سے مقاصد ہو سکتے ہیں؟

آیئے میں آپ کے سامنے مقصد کی مختلف جہتیں واضح کروں تا کہ آپ بھی کسی ایک چیز کو اپنا

ہدف اور مقصد قرار دے سکیں۔

یاد رکھیں کہ فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ کے سامنے دو راہیں ہوتی ہیں: ایک یہ کہ آپ کسی یونیورسٹی کا رخ کریں اور وہاں سے بی اے، ایم اے، بی یو ایم ایس وغیرہ میں داخلہ لیں۔ دوسری یہ کہ آپ مدرسے اور دین کی خدمت سے متعلق امور میں ہی مشغول رہیں۔ یعنی ایک تو یہ کہ آپ مدرسے سے فارغ ہونے کے بعد کسب معاش کو مقصد بنائیں۔ دوم یہ کہ آپ دین کی خدمت کو مقصود بنائیں۔

تو سب سے پہلے آپ کے ذہن میں یہ بات صاف ہونی چاہیے کہ آپ فراغت کے بعد ان دو راہوں میں سے کون سی راہ منتخب کریں گے۔ اگر آپ یونیورسٹی جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، تو فبہا، کوئی حرج نہیں؛ لیکن یونیورسٹی جانے کے بھی دو مقصد ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ آپ وہاں تعلیم حاصل کر کے بہترین ذریعۂ معاش حاصل کرنے کے متمنی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں اور آپ کا مقصد علم و فن کی شناوری ہے نہ کہ ذریعۂ معاش کی طلب و جستجو۔

بہر حال، فراغت کے بعد ان دونوں راہوں میں سے آپ جو راہ بھی منتخب کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں، وہ ابھی سے واضح ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سوچیں فراغت کے بعد دیکھا جائے گا۔ یہ سوچ آپ کو کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ اگر یونیورسٹی جانے کا ارادہ ہے تو اس کے حساب سے تیاری کیجیے اور اس سلسلے میں ماہرین سے رائے اور مشورے لیتے رہیے۔ اس صورت میں فضیلت یا تخصص کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ذہن بنائے رکھیے کہ کسی نہ کسی پہلو سے دین کی خدمت ضرور کرنی ہے۔

اس وقت ہمارا روئے سخن صرف ان طلبہ کی طرف ہے، جو دوسری قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی جو فراغت کے بعد یونیورسٹی کا رخ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔

○ آپ کے سامنے کیا کیا آپشن ہیں؟

اب ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ آپ کے سامنے کون کون سے آپشن ہیں؟

دیکھیے یوں تو تمام فارغین مدارس کا مقصد دین کی خدمت ہونا چاہیے، یعنی ہر ایک یہ سوچ کر چلے کہ مجھے فارغ ہونے کے بعد (کم از کم اپنے علاقے کے) لوگوں میں دین کی محنت

کرنی ہے۔ وہ اس طرح کا کوئی مقصد طے نہ کریں کہ ہمیں دولت کمانی ہے یا فارغ ہونے کے بعد فلاں فلاں کام کرنے ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ دین کی خدمت کس انداز سے کرنی ہے، یہ بات بھی جواب طلب ہے۔ اور دراصل اسی جواب میں ہمارے اِس سوال کا بھی جواب ہے کہ ہم کون کون سے مقصد متعین کر سکتے ہیں۔

اصل مدعا سے پہلے یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ آگے ہم جو مقاصد بیان کر رہے ہیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ تعلیم کے پہلے یا دوسرے سال ہی آپ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ دوم یا سوم تک آپ یہ نہ طے کر سکیں کہ کونسا مقصد طے کیا جائے۔ اس لیے سب سے پہلے تو کم از کم آپ یہ طے کر کے رکھیں کہ فراغت کے بعد دین کی خدمت ہی آپ کا مقصود ہے۔ پھر خود ہی آپ کا ذہن کسی ایک مقصد کی طرف مائل ہو جائے گا۔ ویسے امید ہے کہ اگر آپ ہماری ان معروضات پر عمل کریں گے تو جلد ہی آپ اس پوزیشن میں ہوں گے کہ مندرجہ ذیل مقاصد میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت اور ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ جب ہم مقصد متعین کرنے کی بات کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے سامنے ہونی چاہیے کہ ہمارے مقصد کے دو پہلو ہوں گے: ایک کا تعلق میدانِ عمل سے ہوگا اور دوسرے کا تعلق کسی موضوع میں تخصص سے۔ یعنی ہمارے مقصد کا ایک پہلو یہ ہوگا کہ ہم فراغت کے بعد کس میدان میں دینی کام کریں گے اور دوسرا پہلو یہ ہوگا کہ کس موضوع میں ہم امتیاز پیدا کریں گے۔ یہ دونوں باتیں ہی ضروری ہیں۔

پہلے ہم میدانِ عمل کے انتخاب پر گفتگو کریں گے۔ بعد میں کسی موضوع میں تخصص وامتیاز حاصل کرنے پر۔

اس بات کا دارومدار کہ آپ کونسا میدان منتخب کریں، اس بات پر ہے کہ پہلے آپ اپنی صلاحیت کو پہچانیں۔ اگر آپ نے اپنی صلاحیت پہچان لی تو پھر آپ کے لیے میدان کا

انتخاب آسان ہو جائے گا۔ آپ مندرجہ ذیل میدان ہائے عمل میں سے کسی کو بھی اپنا میدان عمل منتخب کر سکتے ہیں:

➤ پہلا آپشن:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے آواز اچھی دی ہے، اور تقریر کی بہترین صلاحیت سے نوازا ہے۔ آپ کو خود بھی لگتا ہے کہ آپ اچھی تقریر کر لیتے ہیں۔ دوسری طرف آپ سے اگر کوئی مضمون لکھنے کو کہا جاتا ہے تو آپ ٹھیک سے نہیں لکھ پاتے۔ دشواری ہوتی ہے اور بات مرتب انداز میں پیش نہیں کی جاتی۔ اسی طرح کتابوں میں بھی طبیعت زیادہ نہیں لگتی؛ لیکن جب آپ کو تقریر کا موقع ملتا ہے تو طبیعت مچلنے لگتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ بار بار اسٹیج پر جانے اور لوگوں سے خطاب کرنے کا موقع ملے۔ پھر ساتھ ہی آپ خطیبانہ گھن گرج اور مقررانہ لہجے کے بھی مالک ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر خطیب بننے کی صلاحیت رکھی ہے۔

اس لیے آپ شروع میں ہی اپنی اس صلاحیت کو پہچانیں اور بہترین خطیب و مقرر بننے کا ہدف طے کر لیں۔ اور یہ سمجھ لیں کہ آپ کو خطابت کے ذریعے سے دین کی خدمت کرنی ہے۔

خطابت دین کی خدمت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ہر زمانے میں خطابت کی اہمیت رہی ہے اور آج بھی اس کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔ ''خطابت کی تاثیر کا عالم یہ ہے کہ ایک اچھا خطیب براہ راست لوگوں کے دلوں کو چھوتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو عوام کی ایک بھیڑ کو جلتے ہوئے الاؤ میں کودنے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اگر وہ لوگوں سے مال کی اپیل کرے تو ان سے جسم کے کپڑے تک اتروا سکتا ہے۔ اگر کسی کی حمایت میں کھڑا کرنا چاہے تو سد سکندری بنا سکتا ہے۔ وہ دلوں کو جوڑ بھی سکتا ہے اور توڑ بھی سکتا ہے۔ وہ دوڑا بھی سکتا ہے اور روک بھی سکتا ہے۔ وہ لڑائی بھی کروا سکتا ہے اور صلح بھی۔ غرض وہ لوگوں کو جس رخ پر لے جانا چاہے، لے جا سکتا ہے۔......امریکی صدر چرچل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے دوسری عالمی جنگ صرف اور صرف اپنے فن خطابت کے بَل پر جیتی تھی''۔ (شخصیت کا ارتقاء: مجموعۂ مضامین، ص۲۱۲)۔

اب جب آپ نے خطیب بننے کو اپنا مقصد متعین کر لیا، تو اس کے لیے محنت میں لگ

جائیں۔بنیادی طور پراس کے لیے یہ چند کام کریں:

۱۔ ایسے شاندار پیراگراف/اقتباسات چھانٹ چھانٹ کر یاد کریں جو خطیبانہ انداز میں لکھے گئے ہوں۔اسی طرح عمدہ اشعار یاد کریں۔خاص کر ہر باب سے متعلق دوتین حدیثیں ضرور حفظ کریں۔

۲۔ اچھے خطیبوں کی تقریریں سنتے رہیں۔

۳۔ خالی کمرے میں یا تنہائی میں جا کر تقریر کی مشق کریں۔

۴۔ اپنی تقریر کی ویڈیوریکارڈنگ (Vedio Recording) کرکے بار بار سنیں اور دیکھیں۔ پھراس میں لہجے کی یا اشارہ کرنے کے انداز کی جو جو کمیاں محسوس ہوں،ان کی اصلاح کرتے رہیں۔

۵۔ فن خطابت سے متعلق جو کتابیں دستیاب ہوجائیں،ان کا مطالعہ کریں۔

۶۔ تقریر کا سلسلہ پابندی سے جاری رکھیں۔اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرتے رہیں۔

یہ سمجھ لیں کہ خطابت میں مہارت حاصل کرنا مشق کا تقاضا کرتا ہے۔اور خطیب ایک دن یا ایک سال میں تیار نہیں ہوتا؛ بلکہ مشق کرتے کرتے ایک دن وہ آتا ہے،جب انسان ایک بڑا خطیب بن جاتا ہے۔جتنے بڑے خطیب گذرے سب ایک دن بچے تھے۔اپنی محنت اور مشق سے وہ اس مقام تک پہنچے۔آپ بھی اگر محنت جاری رکھیں گے،تو ایک دن ضرور اچھے خطیب بن کر نکلیں گے۔

یہاں یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ جب آپ نے خطابت کو اپنا مقصد بنالیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ باقی چیزوں پر توجہ نہ دیں،اور مطالعہ ترک کردیں۔اگر آپ نے ایسا کیا تو اپنے اوپر ظلم کیا؛ کیوں کہ اچھے خطیب کے لیے علوم پر دست گاہ بھی ضروری ہے۔آپ کو کرنا یہ ہے کہ آپ سارے کام کرتے رہیے؛ لیکن سامنے ہدف یہ رکھیے کہ آپ کو خطیب بننا ہے،بہت بڑا خطیب۔

اب اگر آپ سے کوئی یہ پوچھے کہ آپ کیا بننا چاہتے ہیں تو آپ اسے واضح جواب

دے سکتے ہیں کہ میں خطیب بننا چاہتا ہوں۔

➤ دوسرا آپشن:

آپ خوش آواز نہیں ہیں اور آپ کی آواز میں خطیبانہ گھن گرج بھی نہیں ہے؛ لیکن آپ لکھ اچھا لیتے ہیں۔ جب استاد کوئی مضمون یا کہانی لکھنے دیتے ہیں تو آپ بہترین و مرتب انداز میں لکھ کر دکھا دیتے ہیں، اور استاد آپ کی اس چیز کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اندر قلم کار بننے کا جوہر موجود ہے۔

تو بس آپ یہ طے کر لیجیے کہ آپ کو بہترین قلم کار بننا ہے اور دین کی خدمت قلم کے ذریعے سے کرنی ہے۔ قلم کی اہمیت پہلے بھی تھی، مگر اب تو اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ایک اچھا قلم کار دنیا میں انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ ایک اچھا قلم کار پوری قوم کی ہدایت واصلاح کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اب جب آپ نے قلم کار بننے کو اپنا مقصد متعین کر لیا تو اب کوئی بھی اگر آپ سے سوال کرے گا کہ آپ کیا بننا چاہتے ہیں تو آپ بغیر کچھ سوچے ہوئے اسے فوراً جواب دے سکتے ہیں کہ میں ایک اچھا قلم کار بننا چاہتا ہوں۔

جب آپ نے اپنا ہدف طے کر لیا تو اس کے لئے دن ورات ایک کر دیجیے۔ زیادہ سے زیادہ مضامین لکھیے۔ اچھے اچھے اصحاب قلم کی نگارشات کا مطالعہ کیجیے۔ اور ہر روز لکھنے کا معمول بنائیے۔ اور یاد رکھیے کہ اچھا قلم کار بننے کے لئے طویل عرصے تک مشق درکار ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں مستقل لگے رہیے۔

باقی قلم کار بننے کے لیے بہت سی چیزیں مطلوب ہوتی ہیں، سو وہ بھی کرتے رہیے۔ ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کے گہرے مطالعے اور جدید تقاضوں سے واقف ہوئے بغیر کوئی اچھا قلم کار کیسے بن سکتا ہے، اس لیے یہ بھی کرتے رہیے۔

اسی طرح ایک مسئلہ یہ پیدا ہوگا کہ آپ کس موضوع/فن کے قلم کار بنیں گے، ادیب،

مؤرخ، سیرت نگار، تنقید نگار یا کچھ اور۔ اس کا تعلق آپ کے ذوق سے ہوگا۔ اور یہ ذوق آگے چل کر از خود بن جاتا ہے۔ اس لیے اس سلسلے میں پریشان نہ ہوئیے۔ فی الحال بس اپنے قلم کو مضبوط تر بنانے کی کوشش میں لگے رہیے۔

➤ تیسرا آپشن:

نہ آپ تقریری صلاحیت کے مالک ہیں اور نہ ہی عمدہ انداز میں لکھ سکتے ہیں؛ لیکن استاد جو سبق پڑھاتا ہے، اسے آپ اچھی طرح ہضم کر لیتے ہیں اور پھر مذاکرے کے وقت اپنے ساتھی طلبہ کو بہترین انداز میں سمجھا دیتے ہیں۔ آپ کے ساتھی آپ کی تفہیمی صلاحیت کے قائل ہیں اور آپ کو بھی لگتا ہے کہ آپ کتاب کی تفہیم بہترین انداز میں کر سکتے ہیں۔ کمزور سے کمزور طالب علم کو بھی آپ عبارت سمجھا دیتے اور مطمئن کر دیتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دست قدرت نے آپ کے اندر مدرس و معلم بننے کا جوہر رکھا ہے۔ اس لیے آپ اپنے اس جوہر کو پہچانیے اور ابھی سے اسے جلا دینے کی محنت میں لگ جائیے۔

ایک اچھے معلم و مدرس کی جو خصوصیات ہوتی ہیں، انھیں اختیار کرنے کی کوشش کیجیے اور طلبہ کو مذاکرہ کراتے وقت انھیں برتیے۔ تعلیم و تربیت کے اصولوں پر جو کتابیں ہیں، ان کا مطالعہ کیجیے۔ کامیاب اساتذہ کی سوانح عمریاں پڑھیے، اور جدید طریقہ ہائے تدریس سے واقفیت بہم پہنچائیے۔ جو کتابیں آپ پڑھ رہے ہیں، ان کی اس طرح کاپیاں/نوٹس تیار کیجیے، جو بعد میں تدریس کے وقت آپ کے کام آسکیں۔ اچھے اساتذہ کو دیکھیے اور ان کی تدریسی خصوصیات اخذ کرنے کی کوشش کیجیے۔

اگر آپ نے اپنے اس جوہر کو پہچان لیا تو گویا آپ کا مقصد آپ کے لیے واضح ہوگیا۔ اب اگر کوئی آپ سے سوال کرے گا تو آپ بلا جھجھک کہہ سکتے ہیں کہ میں بہترین مدرس، معلم اور کامیاب استاد بننا چاہتا ہوں۔

یاد رکھیے کہ اچھا معلم یا مدرس بننا اتنا آسان نہیں جتنا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے۔ اب یہ کام ایک فن کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس کے اصول وقواعد پر بہت سی کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ اس لیے یہ نہ سوچیے کہ مدرس و معلم بننے کے لیے محنت کی کیا خاص ضرورت ہے۔ سمجھ لیجیے کہ اس کام میں بھی مہارت، مستقل ممارست کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ کسی کا شعبۂ تدریس میں تقرر ہو جانا؛ اس کی دلیل نہیں کہ وہ اچھا مدرس ہے۔ اچھا مدرس و معلم بننے کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سے کچھ تو آپ دوسروں کو دیکھ کر یا مطالعہ کر کے اخذ کر سکتے ہیں اور بہت سی چیزیں اس وقت حاصل ہوں گی جب آپ خود تجربے کے مرحلے سے گذریں گے اور عملی طور پر تدریس و تعلیم سے وابستہ ہوں گے۔

➤ چوتھا آپشن:

دوسروں کو قائل کرنے کی آپ کی صلاحیت (Convincing Power) بہت اچھی ہے۔ کسی بھی شخص کو لمحوں میں آپ اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ جو شخص چند منٹ آپ کے ساتھ گزار لیتا ہے، وہ آپ کے گن گانے لگتا ہے۔ آواز بھی خدا نے آپ کو میٹھی اور چاشنی سے بھرپور عطا کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اندر داعی بننے کا قیمتی جوہر موجود ہے۔

بس اب آپ اپنا مقصد یہ طے کر لیجیے کہ آپ کو اسلام کا بہترین داعی بننا ہے۔ پھر اس کی کوشش میں لگ جائیے۔

دعوت کے اصول پر مبنی کتابوں کا مطالعہ کیجیے۔ داعیوں کی سوانح عمریاں پڑھیے۔ پھر اگر کسی خاص قوم کو دعوت دینے کا منصوبہ ذہن میں ہو تو اس کی زبان سیکھنے پر توجہ دینا شروع کر دیجیے۔ مثلاً اگر ہندو قوم کو دعوت دینی ہے تو ہندی زبان میں مہارت پیدا کیجیے۔ اگر پنجابی قوم کو دعوت دینی ہے تو پنجابی سیکھیے۔ اور جس قوم یا جماعت میں بھی آپ دعوت کا کام کرنا چاہتے ہوں، اس کے مزاج اور نفسیات کا مطالعہ کیجیے۔

غرض ایک داعی کو جن ہتھیاروں سے لیس ہونا چاہیے، آپ اس اعتبار سے اپنی تیاری میں لگ جائیے۔ اور ابھی سے مختلف دعوتی دورے شروع کر دیجیے۔ اپنے آس پاس کے

علاقوں میں جایئے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیجیے۔ آس پاس کی مسلم بستیوں میں جایئے اور انھیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی طرف رغبت دلایئے۔ حضورﷺ کی داعیانہ زندگی کا خاص طور پر مطالعہ کیجیے۔ یہ سب چیزیں آپ کو راہِ دعوت کے اصول اور ذمہ داریوں سے واقف کرائیں گی۔

➤ پانچواں آپشن:

آپ کا جی کتابوں میں نہیں لگتا۔ تقریر و تحریر بھی اچھی نہیں ہے؛ لیکن کسی کی تکلیف دیکھ کر آپ کے دل میں درد اٹھتا ہے اور آپ فوراً اس کی مدد کے لیے دوڑنے لگتے ہیں۔ دوسروں کی تکلیف دور کرنے کے لیے آپ اپنی راحت و نیند قربان کر دیتے ہیں اور اس میں مزہ آتا ہے۔ دوسروں کا ہاتھ بٹانا آپ کو خوشی دیتا ہے۔ غرض آپ کے اندر خدمت انسانیت/ خدمت خلق کا جذبہ ہے۔ تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ سماجی کارکن (سوشل ورکر) بن سکتے ہیں۔ لہذا آپ اپنی اس صلاحیت کو پہچانیے اور اسے معمولی نہ سمجھیے۔ موجودہ دور میں سوشل ورکرز کی بڑی اہمیت ہے۔ آپ ایسے لوگوں کی سوانح عمریاں پڑھیے اور خدمت کے مختلف میدانوں سے واقفیت حاصل کیجیے۔ اور خدمت کو دعوت کے لیے بطور وسیلہ استعمال کیجیے۔

غرض اگر آپ نے اپنے اس جوہر کو سمجھ لیا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنا مقصد طے کر سکتے ہیں اور اس کے مختلف کورسز میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہوگا کہ سماجی کارکن بننے کے لیے آٹھ سالہ عالمیت کے کورس کی کیا ضرورت ہے؟ یقیناً اس کی کوئی ضرورت نہیں؛ لیکن چونکہ آپ سماجی کارکن بھی بنیں گے تو دعوتی نقطۂ نظر سے بنیں گے، اور دعوت کے لیے اس کی اہمیت مسلم ہے۔ اس لیے یہ ذہن میں رکھیے کہ اگر آپ نے خدمت خلق کو اپنا میدان منتخب کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ پھر تعلیم پر توجہ دینا چھوڑ دیں اور علمی صلاحیت سے غفلت برتنے لگیں۔ اس میدان کو منتخب کرنے کے باوجود آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ آپ تعلیم میں بھی بہتر رہیں اور اس میں کوئی کمی نہ آنے دیں۔

➤ چھٹا آپشن:

بہت سے طلبہ میں تک بندی کی صلاحیت ہوتی ہے۔یعنی وہ اپنی بات کو قافیہ بند انداز میں کہہ لیتے ہیں۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں شعر گوئی کی اور شاعر بننے کی صلاحیت موجود ہے۔تو ایسے طلبہ شاعر بننے کو بھی اپنا ہدف طے کر سکتے ہیں اور شاعری کے ذریعے اسلام کی خدمت کرنے کا منصوبہ بنا سکتے ہیں۔اقبال و اکبرالہ آبادی جیسے بہت سے حضرات نے شعر سے ہی ملک وملت کی عظیم خدمت کی تھی،سو آپ بھی کر سکتے ہیں۔

➤ ساتواں آپشن:

اگر کسی درجے میں پہنچ کر آپ کو لگتا ہے کہ آپ ترجمہ اچھا کر لیتے ہیں اور آپ کے اساتذہ آپ کی ترجمہ نگاری کی تعریف کرتے ہیں،تو آپ ایک اچھے مترجم بننے کا ہدف بھی طے کر سکتے ہیں۔یہ ہدف اس اعتبار سے تو مفید ہے ہی کہ اس کے ذریعے معاش کا اچھا نظم ہونے کی امید ہے۔ساتھ ہی اس کے ذریعے آپ دین کی خدمت بھی کر سکتے ہیں۔اور وہ اس طرح کہ ملک وملت کے لیے مفید کتابوں کا ترجمہ کر کے انھیں عام کریں اور اس طرح لوگوں تک حق کی تبلیغ کریں۔

➤ آٹھواں آپشن:

آپ یہ بھی طے کر سکتے ہیں کہ فارغ ہونے کے بعد ایک مثالی مدرسہ یا اسکول قائم کر کے دین کی خدمت کریں گے۔ظاہر ہے کہ اس وقت مثالی مدرسوں اور اسلامی اسکولوں کی سخت ضرورت ہے۔آپ نمونے کا کوئی ادارہ قائم کر کے دوسروں کے لیے مثال پیش کرنے کا عزم کر سکتے ہیں۔البتہ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہوگی جب آپ صرف روایتی قسم کا کوئی ادارہ قائم کرنے کی نیت رکھتے ہوں۔اصل بات تو یہ ہے کہ آپ اس میدان میں بھی دوسروں کے لیے نمونہ پیش کرنے کا ہدف طے کریں۔

یا آپ یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ جگہ جگہ مکاتب قائم کرنے ہیں اور مسلم بچوں کی تعلیم کا

نظم کرنا ہے۔ یا یہ بھی کہ جو بچے تعلیم سے محروم ہیں، آپ ان کو تعلیم دلانے کی فکر اوڑھ لیں اور پھر مدرسے یا اسکول میں ایسے بچوں کا داخلہ کرائیں۔ اور عزم کریں کہ کوئی مسلم بچہ تعلیم سے محروم نہ رہے گا۔

➤ نواں آپشن:

آپ کو اگر تدریس و تعلیم اور میدانی دعوت وغیرہ کے مقابلے میں میڈیا میں زیادہ دلچسپی معلوم ہوتی ہو۔ حالات سے واقف ہونا آپ کو اچھا لگتا ہو۔ خبروں کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت بھی آپ کو اپنے اندر کسی حد تک معلوم ہوتی ہو اور آپ کو لگتا ہو کہ آپ اس میدان میں کچھ کر سکتے ہیں، تو اپنی اس صلاحیت کو ضرور بروئے کار لائیے اور ایک ملی ضرورت سمجھ کر اس کے مطابق خود کو تیار کرنے کی کوشش کیجیے، اور فراغت کے بعد اس سلسلے میں کوئی کورس بھی مکمل کیجیے۔ اور یقین مانیے کہ اس دور میں میڈیا ایک نہایت کارگر ہتھیار ہے، جس کے ذریعے آپ حالات میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ اور میڈیا کے ذریعے پھیلائے جانی والی غلط فہمیوں کو دور کر سکتے ہیں، نیز دشمنان اسلام کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ بہت سے حضرات نے اس سلسلے میں اچھی پیش رفت کی ہے اور وہ بہترین کام کر رہے ہیں۔ آپ بھی اپنے لیے اس میدان کا انتخاب کر سکتے ہیں۔

بہر حال، ہمارے محدود تجزیے کے مطابق یہ آٹھ نو مقاصد ہیں، جن میں سے کوئی ایک آپ منتخب کر سکتے ہیں، اور شروع سے ہی اپنے ذہن میں ایک خاکہ بنا کر محنت کر سکتے ہیں۔

اگر کسی میں کئی صلاحیتیں ہوں تو......: یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ بعض لوگوں میں اللہ تعالی مختلف صلاحیتیں ودیعت کر دیتا ہے۔ اس لیے اگر کسی کے اندر ان میں سے دو تین صلاحیتیں ہوں تو وہ ایک کو اصل بنا کر باقی میں بھی محنت کرے؛ اس لیے کہ انسان کے اندر جتنی زیادہ مہارتیں ہوتی ہیں، اس کی اہمیت اور قدر و قیمت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ اگر آپ دو تین چیزوں میں مہارت و صلاحیت پیدا کر سکتے ہیں، پھر بھی صرف ایک چیز کے ہو کر رہ جائیں تو یہ سراسر اپنے ساتھ ظلم ہے۔

اختصاص:

ہم نے شروع میں عرض کیا تھا کہ مقصد کے دو پہلو ہوتے ہیں: ایک کا تعلق میدانِ عمل سے ہے اور دوسرے کا اختصاص سے۔ پہلے پہلو سے متعلق آپ پڑھ چکے۔ اب ہم کچھ باتیں دوسرے پہلو کے تعلق سے عرض کرتے ہیں۔

○ آپ کا اصل مضمون کونسا ہے؟

اوپر جو کچھ ہم نے عرض کیا، اس کا تعلق میدانِ عمل سے ہے۔ مذکورہ میدانوں میں سے آپ جو میدان بھی منتخب کریں اور جسے بھی اپنا مقصد قرار دیں، ساتھ میں یہ بھی ضروری ہے کہ اپنا مطالعہ وسیع و عمیق رکھیں، اور کسی ایک خاص موضوع میں اختصاص کی شان پیدا کریں۔ مثلاً تفسیر، حدیث، تاریخ، سیرت، مذہبیات، زبان وغیرہ کسی ایک موضوع پر آپ مکمل دسترس حاصل کریں؛ اس لیے کہ مذکورہ میدانوں میں سے آپ جسے بھی منتخب کرتے ہیں، اس میں مطالعے سے مفر نہیں۔ اور پھر مطالعہ عمیق و وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ، کسی ایک موضوع پر استادانہ مہارت کے ساتھ ہونا چاہیے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یوں تو آپ ہر موضوع کو پڑھیں اور ہر فن کی کتابوں کا مطالعہ کریں؛ لیکن کوئی ایک موضوع ایسا ہونا چاہیے، جس میں آپ استادانہ شان پیدا کریں۔ جس میں آپ مرجع بن جائیں کہ جب بھی اس موضوع سے متعلق کوئی شبہ کسی کے ذہن میں آئے اور اسے حل کرنے میں دشواری ہو تو آپ کو یاد کیا جائے اور آپ کا نام لیا جائے۔

البتہ یہ بات کہ آپ کس موضوع کو اپنے اختصاص کے لیے منتخب کریں، آپ کے ذوق پر مبنی ہے۔ یعنی جس موضوع کی کتاب پڑھتے ہوئے آپ کو زیادہ لذت ملتی ہو، وہ آپ کا خاص موضوع ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ چیز بالکل ابتدائی سالوں میں حاصل نہ ہوگی۔ ہمارے خیال میں اگر آپ اس طریقے سے محنت کریں جو ہم آگے لکھ رہے ہیں، تو امید ہے کہ عالیہ اولی یا عالیہ ثانیہ (پنجم یا ششم) تک آپ اس پوزیشن میں آجائیں گے کہ کس موضوع میں اختصاص کرنا چاہیے۔

یہ ذہن میں رہے کہ ایک طالب علم کو ابتدائی سالوں میں تو تمام موضوعات سے واقفیت بہم پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے، بالخصوص مختلف زبانوں میں مہارت کے حصول پر توجہ دینی چاہیے۔پھر جیسے جیسے وہ آگے بڑھے گا،اس کے لیے بہت سی چیزیں از خود واضح ہوتی چلی جائیں گی اور وہ کسی ایک موضوع کو اختصاص کے لیے چن سکے گا۔

پھر جب آپ پنجم یا ششم یا اس کے آس پاس کسی سال میں، ایک موضوع منتخب کرلیں تو پھر فضیلت (یا تخصص) اسی سے کریں۔عموماً طلبہ فضیلت کے کسی بھی شعبے میں داخلہ لے لیتے ہیں۔اس لیے آپ اس سے بچیں اور علی وجہ البصیرت کسی ایک موضوع کو طے کرکے ہی اس کے شعبے میں داخلہ لیں۔

پھر جب آپ مدارس کی تعلیم سے بالکل فارغ ہوجائیں تو اسی موضوع پر مستقل مطالعہ کرتے رہیں۔امید ہے کہ چند ہی سالوں میں آپ اس میں استادانہ مہارت حاصل کرلیں گے۔

آگے ہم خارجی مطالعے کے بارے میں کچھ چیزیں عرض کریں گے، آپ انھیں بھی ذہن میں رکھیے۔اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ مطالعے کا کیا طریقۂ کار ہونا چاہیے۔لیکن پہلے ہم یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ درسیات میں استعداد پیدا کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔اور کس وجہ سے طلبہ درسیات میں کمزور رہ جاتے ہیں۔

●

درسی کتب:

○ مہارت حاصل کرنے کا طریقہ:

ہم درسیات میں جو موضوعات پڑھتے ہیں، انھیں چھ خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: (۱) نحو وصرف (۲) زبانیں (اردو، عربی، انگریزی) (۳) تفسیر (۴) حدیث (۵) فقہ (۶) تاریخ وتذکرہ۔

آج کل مدارس میں ہوتا یہ ہے کہ ہم تقریباً سارے موضوعات (نحو وصرف، اردو وعربی وانگریزی زبانیں، اسی طرح حدیث وفقہ کی کتابیں) ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ اب طالب علم کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ایک ساتھ سب موضوعات کو لے کر چلے؛ لیکن چوں کہ اس کا ذہن ابھی اس لائق نہیں ہوتا کہ وہ سب کا بوجھ برداشت کر سکے۔ اس لیے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ سب موضوعات کو ساتھ میں لے کر چلنے کے چکر میں پریشان ہو جاتا ہے اور ہر موضوع میں ناپختگی رہ جاتی ہے۔ اور پھر ہر سال وہ اسی اضطراب کا شکار رہتا ہے۔ یوں ہوتے ہوتے جب وہ تین چار سال پڑھ لیتا ہے، تو اسے ایسا لگتا ہے جیسے کسی بھی موضوع سے اس کو کما حقہ واقفیت نہیں ہے؛ بلکہ وہ نحو وصرف کے بھی بنیادی قواعد سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ پھر اس مرحلے میں آکر تو بوجھ اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اب وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پاتا۔ آخر کار وہ اب محنت کرنا ہی چھوڑ دیتا ہے اور خود کو حالات کے حوالے کر دیتا ہے۔

پہلے یہ ہوتا تھا کہ طالب علم ایک ایک موضوع مکمل طور پر پڑھنے کے بعد ہی دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہوتا تھا۔ مثلاً پہلے نحو وصرف مضبوط کی۔ اس کے بعد عربی ادب پر توجہ کی۔ پھر کسی دوسرے موضوع کو پڑھا۔ اس طرح تدریجاً وہ ہر موضوع کو ہضم کرتا چلا جاتا اور اسے کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔

آج کل مدارس میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس لیے استعداد پختہ نہیں ہو پاتی۔ اب ہم مدارس کا نصاب ونظام تو تبدیل نہیں کر سکتے؛ لیکن اپنی محنت کا انداز بدل سکتے ہیں۔

اگر چہ آگے جو ہم عرض کرنے جا رہے ہیں، افسوس کہ یہ بات زمانۂ طالب علمی

میں ہمارے سامنے نہ آسکی اور ہم اس کا ذاتی طور پر تجربہ نہ کر پائے؛ لیکن ہم نے بہت سے لوگوں سے اپنے اس خیال کا ذکر کیا تو سب نے اس کی توثیق کی اور اس کی اہمیت کو تسلیم کیا؛ بلکہ بعض نے تو یہ بھی کہا کہ فلاں صاحب نے اسی طرز پر محنت کی، تو ماشاء اللہ، وہ ممتاز بن کر نکلے۔

ہمارے عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ ہم ہر سال ایک خاص موضوع پر محنت کریں۔ باقی جو دوسری چیزیں/کتابیں ہمیں پڑھائی جا رہی ہیں، ان کو اس طرح پڑھیں کہ کوئی کمی نہ رہے؛ لیکن خاص توجہ (فوکس) کسی ایک مضمون پر ہی کریں، مثلاً:

- پہلے سال ہم صرف اردو پر خاص توجہ (فوکس) کریں۔ باقی درجے میں کسی بھی موضوع کا جو بھی کام دیا جائے، اسے کرنے میں کوئی کوتاہی نہ برتیں۔ تسلیم کرلیں کہ ہمارے پاس تعلیمی وقت کے علاوہ پانچ گھنٹے کا وقت ہے اور ہم پانچ مضامین پڑھتے ہیں، تو ایسا کریں کہ باقی چار مضامین کو ۴۰-۴۰ یا ۴۵-۴۵ منٹ دیں اور دو ڈھائی گھنٹے صرف اردو کو دیں۔ اردو کتابیں پڑھیں۔ اس کی نقل اور املاء کی مشق کریں۔ اردو الفاظ کے معانی یاد کریں۔ اردو محاورے اور جملے ذہن نشین کریں۔ قصے کہانی اور اخلاقی ناول پڑھیں۔ غرض یہ کہ اتنی محنت کریں کہ ایک سال میں اردو اتنی مضبوط ہو جائے کہ آئندہ اس میں غلطی نہ ہو۔

- اگلے سال ہم نحو وصرف پر فوکس کریں۔ اور اپنے وقت کا زیادہ تر حصہ ان دونوں مضامین پر صرف کریں۔ باقی دوسری جو کتابیں پڑھیں، انھیں بھی صرفی ونحوی نقطۂ نظر سے ہی پڑھیں۔

نحو وصرف پر محنت کا طریقہ یہ ہوگا کہ آپ درجے میں جو سبق پڑھیں، خود سے اس کی اتنی مشق کریں کہ خود کو یقین ہو جائے کہ یہ چیز پوری طرح ذہن نشیں ہوگئی ہے۔ مثلاً آپ نے ''حال'' کا بیان پڑھا، تو اب اس کے اتنے جملے بنائیے، اتنے جملے بنائیے کہ کوئی کسر نہ رہ جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا کرنے میں کئی گھنٹے لگیں۔ ظاہر ہے کہ درجے میں استاد آپ کو مختصر سے وقت میں بہت زیادہ مشق نہیں کرا سکتا۔ اس لیے یہ کام آپ کو خود کرنا ہوگا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کسی استاد یا بڑے طالب علم سے اسے چیک کرا لیا کریں۔ لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ اگر آپ نے اس طرح مشق نہیں کی تو نحو وصرف میں مہارت پیدا کرنے کا آپ کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔

دوسرا کام یہ کیجیے کہ آپ اس سال ساتھ میں عربی ادب کی یا حدیث کی جو کتاب بھی پڑھتے ہوں تو اس میں نحوی وصرفی قواعد تلاش کیجیے۔ مثلاً آپ نے آج ''مفعول مطلق'' کا بیان پڑھا تو اب عربی ادب اور حدیث کی کتابوں میں تلاش کیجیے کہ مفعول مطلق کہاں کہاں استعمال ہوا ہے۔ اور کس شکل میں استعمال ہوا ہے۔ یا آپ نے ''نون ثقیلہ'' کی گردان پڑھی تو آپ ان کتابوں میں دیکھیے کہ نون ثقیلہ کہاں کہاں آیا ہے اور کس صیغے میں آیا ہے۔ یقین کیجیے کہ اگر آپ ایک سال اس طرح محنت کر لیں تو آپ کو آئندہ سالوں میں نحو وصرف پر محنت کی ضرورت نہ ہوگی۔ پھر آپ نحو وصرف کی جو کتابیں بھی پڑھیں گے، وہ خود بخود ہضم کرتے چلے جائیں گے۔

➤ اگلے سال عربی ادب پر محنت کیجیے۔ ساتھ میں نحو وصرف خود بخود چلتی رہے گی؛ کیوں کہ گذشتہ سال جس طرح آپ نے صرف ونحو پر محنت کی تھی، تو اب جب بھی آپ عربی ادب پڑھیں گے، وہ قواعد از خود آپ کے سامنے آتے جائیں گے اور آپ بآسانی عبارت سمجھتے چلے جائیں گے۔ لیکن یہاں یہ ذہن میں رہے کہ کوئی عبارت خواہ درسی کتاب کی ہو یا خارجی کتاب کی؛ اسے سمجھے بغیر اور اس کی صرفی ونحوی ترکیب کو حل کیے بغیر آگے نہ بڑھیں۔

بہر حال، اس سال آپ عربی ادب پر خوب محنت کریں۔

درجے میں ادب کی جو کتاب پڑھائی جا رہی ہے، اسے پوری طرح حل کر کے جائیں۔ لغت میں الفاظ معانی دیکھ کر جائیں۔ اور بہتر ہے کہ عربی سے عربی لغت دیکھیں۔

درسی کتاب کے علاوہ بھی دیگر بہت سی کتابیں پڑھ ڈالیں۔ کامل کیلانی کا پورا سیٹ چاٹ لیں۔ رأفت پاشا کی کتابیں پڑھیں۔ عربی ناول پڑھیں۔ اچھے اچھے جملے اور تعبیرات نیز زیادہ سے زیادہ مفردات اور اشعار کا بڑا ذخیرہ زبانی یاد کر لیں۔ اگر ہو سکے تو عربی تقریریں، خبریں اور انٹرویوز بھی سنیں۔ جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے پڑھیں اور سنیں۔ کل ملا کر اپنے اوقات کا آدھا حصہ اسی میں صرف کریں۔

➤ اب اگلے سال آپ تفسیر پر یا فقہ پر محنت کریں، نحو وصرف اور عربی ادب آپ کا مضبوط ہو ہی چکا ہے۔ اس سال ان کی جو کتابیں بھی آپ کو پڑھائی جائیں، وہ آپ پڑھیں اور توجہ

کے ساتھ پڑھیں؛ لیکن خاص توجہ تفسیر یا فقہ (جسے بھی آپ منتخب کریں اس) پر کریں۔

اگر آپ تفسیر چنتے ہیں تو مختلف تفاسیر دیکھنے کی عادت ڈالیں۔ مفردات القرآن زبانی یاد کریں۔ پورے سال میں علوم القرآن کی تین چار کتابیں کم از کم پڑھ لیں اور اسی طرح کم از کم تین چار تفسیریں مکمل کرلیں۔ درجے میں تو آپ کو منتخب حصہ پڑھایا جائے گا؛ لیکن آپ کوشش کریں کہ پورا قرآن یا اس کا اکثر حصہ مع تفسیر مکمل کرلیں۔ کوشش کریں کہ تفسیر اور علوم القرآن کی صرف عربی کتابوں کا ہی مطالعہ کریں۔ اردو میں بس مولانا تقی عثمانی صاحب کی ''علوم القرآن'' پڑھ سکتے ہیں۔

➤ پھر اسی طرح ایک سال فقہ کو اور ایک سال حدیث کو دیں۔

اس کے بعد آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کا ذوق کس فن سے مناسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ فارغ ہونے سے پہلے پہلے آپ کا ذہن کسی ایک خاص موضوع میں تخصص کرنے کی طرف مائل ہو چکا ہوگا۔ لہذا پھر آپ جس موضوع کا بھی انتخاب کریں اس میں تخصص کریں اور خوب مہارت پیدا کریں۔ پھر وہی آپ کا خاص موضوع بن جائے گا۔ پھر آپ کو چاہیے کہ آپ اس میں مرجع بننے کی کوشش کریں۔

●

خارجی کتب:

○ مطالعے کی ترتیب اور طریقہ:

خارجی کتابوں کے مطالعے کا جو طریقہ لکھا جارہا ہے، اس سے طلبہ بھی استفادہ کرسکتے ہیں اور ایسے نوفارغین بھی، جو ابھی مطالعے میں اس مرحلے تک نہیں پہنچے ہیں جہاں پہنچ کر کوئی ترتیب اور کوئی شرط باقی نہیں رہتی۔

درسیات کے علاوہ خارجی کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ جو لوگ صرف درسیات تک خود کو محدود کرلیتے ہیں، ان کا علم ناقص اور ادھورا رہ جاتا ہے۔ علم میں وسعت، پختگی اور گہرائی اسی وقت پیدا ہوتی ہے، جب انسان غیر درسی کتابوں کا بھی مطالعہ کرے، اور نہ صرف یہ کہ مطالعہ کرے؛ بلکہ اسے اپنی عادت بنالے۔

اولاً تو ہم لوگ مطالعہ کرتے ہی نہیں۔ ہمارے اداروں میں مطالعہ کا ذوق ناپید اور پڑھنے کا شوق معدوم ہوتا جارہا ہے۔ اور جو لوگ مطالعہ کرتے بھی ہیں تو ان کا مطالعہ غیر منصوبہ بند طریقے سے ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے مطالعہ سے جو فائدہ ہونا چاہیے تھا، وہ نہیں ہو پاتا۔

اس سے پہلے کہ ہم مطالعے کی ترتیب اور طریقے کا ذکر کریں، آپ کے ذہن میں اٹھنے والے اِس سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ آخر مطالعہ، مطالعہ ہے، کیسے بھی ہو۔ اس میں ترتیب وغیرہ کا کیا دخل اور کیا فائدہ؟

سمجھ لینا چاہیے کہ کوئی بھی کام ہو، وہ اگر غیر منظّم اور بے ڈھنگے انداز میں کیا جائے تو زیادہ مفید و ثمر آور نہیں ہوتا۔ مطالعہ بھی اس اصول سے باہر نہیں۔ اگر ترتیب اور ایک خاص منصوبے کے تحت (جس کا ذکر ہم آگے کررہے ہیں) مطالعہ کیا جائے تو اس کے کئی فائدے ہیں: ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس طریقے سے مطالعہ کیا ہوا مواد زیادہ محفوظ و مستحضر رہتا ہے، بہ نسبت غیر مرتب مطالعے کے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مرتب مطالعے کا احتساب و جائزہ لینا ممکن ہوتا ہے، یعنی آپ ایک متعینہ مدت کے بعد یہ جائزہ لے سکتے ہیں کہ آپ نے کیا پڑھا، کتنا پڑھا اور آئندہ کتنا پڑھنا ہے۔ یہ چیز

علمی خود اعتمادی پیدا کرتی ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ مطالعے کی کیا ترتیب ہونی چاہیے؟

اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ باتیں ایک خاص مرحلے تک کے لئے ہیں۔ جب انسان اس طرح کے تمام مراحل سے گزر جائے تو پھر اس کے لیے کوئی پابندی نہیں۔ وہ آزاد ہے جو چاہے اور جیسے چاہے، مطالعہ کرے۔

○ ترتیب:

ترتیب کے دو پہلو ہیں: (۱) موضوعات کی ترتیب (۲) ایک موضوع کی کتابوں کے درمیان ترتیب۔

(۱) مثال کے طور پر ہمارے سامنے بہت سے موضوعات ہوتے ہیں، جن کا ہم مطالعہ کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں: حدیث، سیرت، سوانح، تفسیر، فقہ، عقائد و فرق، تاریخ، جدید رجحانات ونظریات، مذاہب وغیرہ۔ اب ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہم بلا کسی ترتیب کے جو چاہیں پڑھ لیں۔ اگر سیرت کی کتاب ہاتھ لگی تو اسے پڑھ لیا۔ ابھی سیرت کی باتیں ذہن میں صحیح سے نقش بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ تاریخ کی کتاب ہاتھ آ گئی، تو اسے پڑھ لیا۔ ابھی تاریخ کی وہ کتاب بھی پوری طرح ہضم نہ ہوئی تھی کہ تفسیر یا اصول تفسیر کی کوئی کتاب پڑھ لی۔ اس طریقے سے ہم کتنا بھی مطالعہ کرلیں، علم میں پختگی آنے کا امکان کم ہے۔ اس کے برعکس اگر پہلے ہم کسی ایک موضوع پر اتنا مطالعہ کرلیں جس سے وہ موضوع اور اس کے مالہ وماعلیہ سے ہم واقف ہو جائیں اور ہمیں لگے کہ ہاں اس موضوع پر ہم لکھ سکتے ہیں، یا بول سکتے ہیں، یا ہمیں محسوس ہو کہ ہاں اس موضوع پر ہم نے کچھ مطالعہ کرلیا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے موضوع کی طرف ہم منتقل ہوں اور پھر اس میں پختگی پیدا کرنے کے بعد کسی تیسرے موضوع کی طرف، تو یہ زیادہ مفید اور بہتر نتائج کا سبب بنے گا۔ اس کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ایک موضوع سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ پڑھے ہوئے پر سرسری نظر ڈال سکتے ہیں، اور اس طرح اسے اپنے ذہن میں تازہ کر سکتے ہیں۔ (اس کے لئے دوران مطالعہ بنائے گئے نوٹس کام آئیں گے، جن کا ذکر آگے آرہا ہے)۔

رہا یہ سوال کہ موضوعات میں کیا ترتیب ہونی چاہیے، تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کام مرشد ورہنما کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ یہیں آ کر ہمیں کسی رہنما کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مطالعے کے لیے کسی ایک کو اپنا مرشد ورہبر ضرور بناؤ، کہ اس کے بغیر جگہ جگہ مشکلات پیش آتی ہیں۔ لہذا آپ کے مرشد محترم جو ترتیب آپ کے لیے طے کردیں، آپ اسی کی پابندی کریں۔ پھر بھی عمومی انداز کی ایک ترتیب ہم درج کردیتے ہیں جس سے آپ کو یہ بات سمجھنے میں مدد ملے گی۔

➤ سب سے پہلے تو طالب علم کو (ابتدائی مرحلے میں) سوانح کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے، کہ یہ کتابیں شوق کو مہمیز کرتی ہیں اور ان کتابوں میں کسی خاص ترتیب کی بھی ضرورت نہیں (جیسا کہ کسی ایک موضوع کی مختلف کتابوں میں ترتیب کی ضرورت ہوتی ہے، جس کا ذکر آگے آرہا ہے)۔ اپنے مرشد کے مشورے سے کسی بھی بزرگ یا عظیم شخصیت کے سوانح پڑھیں۔ خصوصاً بڑوں کے بچپن اور زمانۂ طالب علمی کے واقعات پر مبنی مواد کا مطالعہ کریں۔

یہ چیزیں آپ کے اندر بھی ان جیسا بننے کا شوق پروان چڑھائیں گی۔

➤ سوانح کے بعد آپ سیرت کا مطالعہ کریں۔ اور اس مرحلے میں سیرت کی کم از کم اتنی کتابیں پڑھ ڈالیں کہ واقعاتِ سیرت ذہن میں محفوظ ہوجائیں، نیز سیرت سے متعلقہ امور آپ کے علم میں آجائیں، یعنی آپ یہ سمجھ جائیں کہ سیرت میں کیا کیا چیزیں زیر بحث آتی ہیں۔ یہ مطالعہ عربی میں بھی ہو اور اردو میں بھی۔

➤ پھر اگر آپ میں ادبی ذوق ہو تو ادبی کتابیں پڑھ ڈالیے، اور ادبی کتابوں میں دونوں طرح کی کتابیں شامل ہیں، ادبی نصوص بھی اور تنقیدی کتابیں بھی۔ البتہ یہ ذہن میں رہے کہ تنقیدی کتابیں ایک خاص مرحلے کے بعد ہی پڑھنی چاہییں، جس کے بارے میں آپ اپنے مرشد سے مشورہ کریں۔

➤ اس کے بعد آپ تفسیر اور اصول تفسیر پڑھیں، پھر حدیث اور اصول حدیث کا مطالعہ کریں۔ وھکذا۔

کہنے کا مقصد بس اتنا ہے کہ جب آپ کسی ایک موضوع سے متعلق کوئی کتاب پڑھیں تو اس وقت تک دوسرے موضوع کی طرف منتقل نہ ہوں، جب تک کہ پہلے موضوع سے آپ کو بھرپور مناسبت

اور واقفیت نہ ہوجائے اور جب تک آپ کو یہ نہ لگنے لگے کہ ہاں میں نے اس موضوع کو پڑھا ہے۔

(۲) ترتیب کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایک موضوع کی سیکڑوں کتابوں میں سے کس ترتیب کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ مثلاً سیرت پر سیکڑوں کتابیں ہیں تو کیا ان کتابوں میں سے جو کتاب بھی پہلے ہاتھ آجائے اسے ہی پڑھ لیں یا ان میں بھی کوئی خاص ترتیب ضروری ہے؟

مثال کے طور پر اگر آپ پہلے ''سیرۃ النبی'' پڑھیں اور اس کے بعد ''رحمت عالم'' پڑھیں، تو یہ بہتر ہے، یا یہ کہ پہلے آپ ''رحمت عالم'' پڑھیں، اس کے بعد کچھ دیگر کتابیں پڑھیں، پھر ایک خاص مرحلے کے بعد ''سیرۃ النبی'' کا نمبر آئے۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کون سا طریقہ زیادہ مفید ہے۔

اس لیے یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ ہم جب ایک موضوع کی کتابیں اپنے زیر مطالعہ لائیں، تو ان کی ایک ترتیب بنالیں، اور اُس ترتیب سے مطالعہ کریں۔ مطالعے میں یہ اصول ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ مطالعہ ادنی سے اعلی اور ایسر سے ادق اور مختصر سے مطول تک بتدریج ہونا چاہیے، یعنی پہلے کسی موضوع کی آسان اور مختصر کتابیں پڑھنی چاہییں، پھر بعد میں طویل اور دقیق۔

آپ سیرت ہی کو لیجیے۔ اگر ہم اس کی ایک چھوٹی سے مرتب فہرست بنائیں تو شاید کچھ اس طرح ہوگی: (اس میں مختلف لوگوں کے اپنے ذوق کے اعتبار سے تبدیلی بھی ہوسکتی ہے، اس لیے آپ جب ترتیب بنائیں تو اپنے مشرف سے ضرور مشورہ کریں):

۱۔ رحمت عالم (علامہ سید سلیمان ندویؒ)، دریتیم (ماہر القادریؒ)، ذکر رسول (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)۔
۲۔ سیرت رسول اکرم ﷺ (مولانا علی میاں ندویؒ)۔
۳۔ نبی رحمت (مولانا علی میاں ندویؒ)۔
۴۔ الرحیق المختوم (صفی الرحمان مبارکپوریؒ)۔
۵۔ رحمۃ للعالمین (قاضی سلیمان منصور پوریؒ)۔
۶۔ محسن انسانیت (نعیم صدیقیؒ)۔
۷۔ سیرۃ النبی علیہ السلام (علامہ شبلیؒ و سید سلیمان ندویؒ)۔

بات کو سمجھنے کے لیے یہ ہم نے اردو کتابوں کی ایک مختصر سی مرتب فہرست بنادی ہے۔اس کو سامنے رکھ کر آپ بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ یہی اصول سیرت کی عربی کتابوں اور دیگر موضوعات کی کتابوں میں بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔

○ ایک اور بات:

مطالعے کی منصوبہ بندی میں ایک چیز اور ضروری ہے جس کا خیال رکھنے سے بہت فائدہ ہوگا۔ وہ یہ کہ جب آپ مطالعے کی ترتیب بنائیں تو پورے سال کے لیے سال کے شروع میں ہی کتابوں کا ایک خاکہ اور فہرست مرتب کرلیں کہ مثلاً آپ کو اس سال فلاں فلاں کتابیں پڑھنی ہیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ آپ مطالعے کی پابندی کرسکیں گے، اور خود کو ایک نظام میں بندھا ہوا محسوس کریں گے۔ بصورت دیگر ہوتا یہ ہے کہ جب جی چاہا تو پڑھ لیا، ورنہ مہینوں یوں ہی گذر جاتے ہیں۔ لہذا اگر سال کے شروع میں ہی کتابوں کی ایک فہرست مرتب کرلی جائے اور پھر سال کے آخر میں جائزہ لیا جائے کہ آپ اس میں کس حد تک کامیاب رہے۔ تو یہ زیادہ مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

○ یہ بھی کریں:

جب ہر موضوع سے کچھ شد بد ہوجائے تو پھر آپ شخصیات کے حساب سے بھی ترتیب بنا سکتے ہیں، یعنی آپ چند مشہور مصنفین منتخب کرلیں، پھر ایک ایک مصنف کی جملہ/ اکثر دستیاب کتب کا ترتیب وار مطالعہ شروع کردیں: مثلاً:

۱۔ مولانا تھانویؒ۔
۲۔ علامہ شبلی نعمانیؒ۔
۳۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ۔
۴۔ مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ۔
۵۔ مولانا تقی عثمانی۔
۶۔ شیخ علی طنطاویؒ۔
۷۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعیؒ
۸۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی۔
۹۔ شیخ انور جندیؒ۔
۱۰۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کے محاضرات۔
۱۱۔ دارالمصنفین کی کتابیں۔
۱۲۔ ندوۃ المصنفین کی کتابیں۔

○ مطالعے کا طریقہ:

➤ جب بھی مطالعہ کریں تو سرسری طور سے نہ گزریں۔ پوری گہرائی اور فہم کے ساتھ ہی مطالعہ کریں۔ اگر کوئی مسئلہ ناقابل فہم ہو تو یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اسے بعد کے لیے چھوڑ رکھیں؛ لیکن اس کو عادت نہ بنائیں کہ بس جلدی سے کتاب پوری کرنے کے چکر میں نہارت سرعت کے ساتھ گزر جائیں۔ کوشش یہ کریں کہ خوب ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر ہی مطالعہ کریں۔

➤ جب کوئی کتاب اٹھائیں تو یہ نہ کریں کہ جگہ جگہ سے دیکھا اور رکھ دیا۔ ہمیشہ کتاب ابتدا سے پڑھنا شروع کریں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ پہلے آپ کسی سے مشورہ کرکے یا اس کی فہرست پر نظر ڈال کر یہ اندازہ کرلیں کہ وہ کتاب لائق مطالعہ بھی ہے یا نہیں؟ لیکن جب آپ اس کے مطالعے کا ارادہ کرلیں تو پھر اسے از ابتدا تا انتہا پڑھیں۔

➤ مطالعے کا وقت طے کریں اور پھر اس کی پابندی کریں۔ یہ چیز آپ کے لیے ذہن کو یکسو کرنے میں معاون ہوگی۔ اس لیے کہ جب وہ وقت قریب ہوگا تو آپ کا ذہن از خود مطالعے کی طرف مائل ہوجائے گا۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اس طرح آپ پابندی کرسکیں گے۔

یہ طریقہ کہ ایک دن کسی وقت مطالعہ کرلیا اور دوسرے دن کسی اور وقت، زیادہ مناسب نہیں۔ ایک تو اس سے یکسوئی میں کمی ہوتی ہے، دوسرے اس سے پابندی میں خلل کا اندیشہ رہتا ہے۔

➤ اگر ممکن ہو تو ابتداء میں مطالعہ بلند آواز سے کریں، یعنی ایسی آواز جسے آپ خود سن سکیں۔

➤ مطالعے کے لیے ایسا وقت متعین کریں جب آپ کا ذہن یکسو رہتا ہو۔

➤ جب مطالعہ کریں تو مفید باتیں نوٹ کرتے جائیں۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)۔

➤ پڑھی ہوئی کتابیں دوبارہ پڑھیں۔ یا ایسا کریں کہ ایک کتاب کئی بار پڑھیں، تاکہ اس کے مندرجات ذہن میں محفوظ ہوجائیں۔ یہ یاد رکھیں کہ کتابوں کی بڑی تعداد پڑھنا اصل نہیں۔ اصل یہ ہے کہ پڑھا ہوا مفید بن سکے۔ اس لیے اگر کوئی کتاب دو یا تین بار پڑھنے کے لائق ہو، تو اسے دو تین بار پڑھیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات علمی کتابوں کے بارے میں ہے، نہ کہ کہانی یا تفریحی کتابوں کے بارے میں۔

●●

ہدایات

۱. یادداشتوں کے مجموعے بنائیں:
۲. ہرفن کے مشہور علماء اور اہم کتابوں کے نام یاد کریں:
۳. زیادہ سے زیادہ موضوعات کے مبادیات سے واقفیت بہم پہنچایئے:
۴. کوئی چیز سمجھے بغیر آگے نہ بڑھیے:
۵. سوال کرنے کا مزاج بنایئے:
۶. ابتدا میں درسیات پر زیادہ توجہ دیں:
۷. یاد کیسے کریں/اور محفوظ کیسے رکھیں؟
۸. غلط عادتیں بدلیے:
۹. نظام الاوقات بنایئے اور سالانہ، ماہانہ، ہفتہ واری اور یومیہ ٹارگٹ طے کیجیے:
۱۰. اپنا ہدف لکھ لیجیے:
۱۱. کسی کو مشرف ورہنما ضرور بنایئے
۱۲. روزنامچہ (ڈائری) لکھنے کا معمول بنایئے
۱۳. عملی زندگی پر بھی توجہ دیجیے:
۱۴. دوسروں کی دعائیں لیجیے:
۱۵. ''جب جاگے تبھی سویرا''

۱۔ یادداشتوں کے مجموعے بنائیں:

ایک چیز جسے نہ کرنے کا ہمیں بڑا افسوس ہے، وہ یہ کہ ہم نے طالب علمی کی زندگی میں جتنی چیزیں حفظ کیں، انھیں لکھنے اور لکھ کر محفوظ کرنے کا کوئی نظام نہیں بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں اشعار یاد تھے، سیکڑوں حدیثیں یاد تھیں؛ لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ نہ اشعار کا ذخیرہ پاس ہے اور نہ حدیثیں مستحضر ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جب تک ان سے واسطہ رہا اور انھیں دوہرانے کا موقع ملتا رہا، وہ چیزیں تازہ رہیں؛ لیکن جب ان سے کوئی واسطہ نہ رہا تو چونکہ وہ لکھی ہوئی شکل میں محفوظ نہ تھیں، اس لیے عرصے سے ان کا تکرار و اعادہ نہ ہوسکا اور نہ ہی ان پر نظر پڑی، جس کی وجہ سے وہ ذہن کے کسی گوشے میں دبک گئیں۔ اس لیے اپنا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جو چیز بھی آپ حفظ کریں، اسے نوٹ ضرور کریں۔ نوٹ کرنے کے طریقے ہم ابھی عرض کریں گے۔ اس سے پہلے یہ عرض کردیں کہ دو طرح کی چیزوں کو ہم نوٹ کرتے ہیں، یا یوں کہیے کہ چیزوں کو نوٹ کرنے کے ہمارے سامنے دو طریقے ہوتے ہیں:

۱۔ دوران مطالعہ آنے والی اہم باتیں۔ مثلاً کوئی اہم نکتہ، کوئی محاورہ، کوئی ضروری تاریخ، یا اس طرح کی کوئی چیز، یا مثلاً کتاب پڑھ کر اس کا خلاصہ یا اس پر تبصرہ۔ اس طرح کی چیزیں عموماً ہم باضابطہ حفظ نہیں کرتے۔

۲۔ وہ چیزیں جو ہم باقاعدہ اہتمام کے ساتھ حفظ کرتے ہیں، جیسے عربی و اردو اشعار، تقریریں، اردو و عربی کی عمدہ عبارتیں اور اہم اقتباسات وغیرہ۔ اس لیے آپ دونوں طرح کی کاپیاں الگ الگ بنائیں۔

ایک قسم ان کاپیوں کی جن میں آپ زبانی حفظ کی ہوئی چیزیں لکھیں۔ اور دوسری قسم ان کی، جن میں آپ دوران مطالعہ مناسب چیزیں لکھیں۔ اور یہ کاپیاں ایسی ہوں جو فراغت تک اور فراغت کے بعد ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں، تاکہ جب بھی ضرورت پڑے، ان پر ایک نظر ڈالیں اور معلومات کو تازہ کرلیں، یا یوں ہی بلاضرورت بھی مہینے دو مہینے کے بعد ان پر نظر ڈالتے رہیں۔

پھر ان دونوں قسموں میں سے ہر قسم کی الگ الگ کاپیاں بنائیں۔ مثلاً زبانی حفظ کی ہوئی چیزوں کو لکھنے کے لیے چار پانچ کاپیاں بنائیں؛ ایک کاپی میں صرف عربی اشعار لکھیں اور ہر سال جو اشعار بھی آپ حفظ کریں، انھیں اسی کاپی میں نوٹ کرتے جائیں تا آں کہ فراغت تک ہزاروں اشعار کا ذخیرہ آپ کے پاس محفوظ ہو جائے گا۔ اور پھر فراغت کے بعد بھی آپ اس میں اضافہ کرتے رہیں۔

اسی طرح اردو اشعار کی الگ کاپی، جملوں اور محاوروں نیز مصطلحات وتعبیرات کی الگ اور حدیثوں کی الگ اور اسی طرح تقریروں اور اقتباسات کی الگ۔

اسی طرح مطالعہ کے دوران جن کاپیوں پر آپ لکھیں، وہ بھی موضوعات کے حساب سے الگ الگ ہوں۔ مثلاً ایک کاپی سیرت کے موضوع کے لیے۔ ایک تفسیر کے موضوع کے لیے اور ایک تاریخ کے موضوع کے لیے۔ اب جب بھی اور جس سال بھی آپ سیرت پر کوئی مضمون یا کتاب پڑھیں، تو جو کچھ لکھنا ہے، اسی کاپی میں مع قید صفحات نوٹ کرتے جائیں۔ اس طرح چند سالوں میں آپ کے پاس ہر موضوع سے متعلق نہایت قیمتی مواد جمع ہو جائے گا، جو آپ کی مستقبل کی زندگی میں اتنا کام دے گا جس کا آپ ابھی تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ایک کاپی متفرق چیزوں کے لیے بھی بنائیں، اور اس میں وہ چیزیں لکھیں جو کسی خاص موضوع کے دائرے میں نہ آتی ہوں۔

اگر کوئی کاپی بھر جائے تو نئی کاپی لے کر یا تو اسے پرانی کاپی کے ساتھ مجلد کرا لیں، یا اگر مجلد نہ بھی کرائیں تو نئی کاپی کو دوسری جلد کا نام دے دیں۔ مثلاً پرانی کاپی پر یہ لکھیں: ''سیرت کے موضوع سے متعلق نوٹس: جلد اول''۔ پھر نئی کاپی پر لکھیں: ''سیرت کے موضوع سے متعلق نوٹس: جلد دوم''۔ اسی طرح ''عربی اشعار، جلد اول''۔ ''عربی اشعار جلد دوم''۔

۲۔ ہر فن کے مشہور علماء اور اہم کتابوں کے نام یاد کریں:

ایک بڑے کام کی چیز جس سے ایک تو خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے، اور دوسری طرف

انسان کسی بھی مجلس/علمی گفتگو میں بھر پور حصہ لینے کا اہل ہوسکتا ہے، یہ ہے کہ آپ ہر فن کے مشہور علماء اور اہم کتابوں کے نام یاد کریں۔ان کی ایک فہرست بنائیں اور وقفے وقفے سے اس پر نظر ڈالتے رہیں، اور ہر روز اس فہرست میں نئے ناموں کا اضافہ کرتے رہیں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو آپ کا وہ خاص موضوع ہوگا، جس میں آپ اختصاص کرنا چاہتے ہیں، اس میں تو آپ خوب گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کریں اور زیادہ سے زیادہ کتابوں کو پڑھیں؛ لیکن اس کے علاوہ بھی ہر فن سے آپ کو شد بد ہونی چاہیے، اور ہر موضوع کے ماہرین اور اس فن کی کتابوں سے واقفیت رہنی چاہیے۔

۳۔ زیادہ سے زیادہ موضوعات کے مبادیات سے واقفیت بہم پہنچایئے:

منتہی طلبہ سے عرض ہے کہ آپ کوشش کیجیے کہ اپنے موضوع میں اختصاص کے ساتھ ساتھ، تمام یا اکثر موضوعات کے مبادیات سے واقف ہوں۔اور مبادیات سے واقف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تعریف، غرض و غایت، ارتقاء اور بنیادی امور پر آپ کی نظر ہو، تاکہ کبھی اگر کسی موضوع پر بحث یا گفتگو ہو رہی ہو، تو آپ خود کو اجنبی نہ محسوس کریں۔ یہ چیز آپ کی علمی خود اعتمادی میں اضافہ کرے گی، اور آپ خود کو کہیں بھی لاتعلق یا مجلس سے الگ تھلگ محسوس نہ کریں گے؛ بلکہ ہر مجلس میں بھر پور حصہ لے سکیں گے۔ چنانچہ اقتصادیات، اجتماعیات، سیاسیات کے مبادی بھی آپ کی نظر میں ہونے چاہییں۔اسی طرح اسلامیات میں حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ، سیرت، تاریخ اور دیگر علوم کی الف ب ت سے بھی آپ کو واقف ہونا چاہیے۔

۴۔ کوئی چیز سمجھے بغیر آگے نہ بڑھیے:

یہ بات ہم خاص کر ابتدائی طلبہ سے عرض کرتے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ بعض طلبہ جب کسی نحوی یا صرفی مسئلے کو پوری طرح نہیں سمجھ پاتے ہیں یا کسی عبارت کو کما حقہ حل نہیں کر پاتے ہیں، تو یہ سمجھ کر کہ چلو بعد میں سمجھ لیں گے، ابھی تو کئی سال باقی ہیں، اس مسئلے یا عبارت کو یوں ہی چھوڑ کر

گذر جاتے ہیں، اور پھر اسی طرح کرتے کرتے جب ایک دو سال بیت جاتے ہیں اور وہ اوپر کے درجوں میں پہنچتے ہیں، تو انھیں یہ بنیادی کمزوری بہت پریشان کرتی ہے۔ اب جب وہ ابتدائی چیزیں ہی سمجھے ہوئے نہ ہوں گے تو آگے کی چیزیں کیسے سمجھیں گے!۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ وہ جب سمجھ نہیں پاتے تو ان کا جی اکتانے لگتا ہے، اور پھر پڑھائی میں ان کا دل نہیں لگتا۔

اس لیے یہ بات پلّو سے باندھ لیجیے کہ جب تک کوئی مسئلہ یا عبارت پوری طرح ہضم نہ کرلیں، آگے نہ بڑھیں۔ اور اگر درجے میں سبق آگے بڑھ بھی جائے تو آپ اسے خود سے، یا اپنے کسی دوست سے یا اپنے کسی استاد سے ضرور حل کرالیں۔ ورنہ پھر آئندہ سالوں میں آپ کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بہت سے طلبہ کے تعلیم میں جی نہ لگنے یا درمیان میں پڑھائی کا سلسلہ منقطع کردینے کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ انھوں نے ابتدائی سالوں میں کما حقہ محنت نہیں کی ہوتی۔ پھر اعلی درجوں میں کتابیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ اس سے وہ پریشان ہوکر یا تو تعلیم ہی چھوڑ دیتے ہیں یا یوں ہی سرد مہری کا رویہ اپنا لیتے ہیں۔ اس لیے یاد رکھیے کہ:

بنیادی خامیوں کے ساتھ آپ اونچی تعمیر نہیں کر سکتے۔

ایک شاعر نے کہا ہے:

خشت اول گر نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

یعنی اگر معمار بنیاد کی پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھے گا تو دیوار اپنی بلندیوں تک ٹیڑھی ہی رہے گی۔

۵۔ سوال کرنے کا مزاج بنائیے:

اگر کوئی مسئلہ یا کوئی عبارت سمجھ میں نہ آئے تو سوال کرنے سے مت ہچکچایئے۔ سوال کرنے سے وہی لوگ شرماتے ہیں جنھیں اپنے طالب علم ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سیکھنے آئے ہیں، وہ کبھی بھی پوچھنے میں جھجھک محسوس نہیں کرتے۔ بقول شخصے: ’’شرمانے والا اور متکبر

کبھی علم حاصل نہیں کر سکتے''۔ حدیث یاد رکھیے: ''شفاء العی السؤال ''کہ جو شخص علم کا پیاسا ہوتا ہے، اسے تسکین سوال کرنے سے ہی ملتی ہے؛ کیوں کہ جس طرح پیاسے کو پانی مل جاتا ہے تو اسے تسکین حاصل ہو جاتی ہے، ایسے ہی علم کے متلاشی کو جب اس کے سوال کا جواب مل جاتا ہے تو اسے بھی تسکین ملتی ہے۔

۶۔ ابتدا میں درسیات پر زیادہ توجہ دیں:

یاد رکھیں کہ اگر آپ کی درسیات مضبوط ہے تو آپ کی دیگر چیزیں بھی مضبوط ہو جائیں گی۔ اور اگر آپ کی درسیات کمزور رہ گئی تو پھر آپ کی کوئی بھی چیز مضبوط نہ ہو سکے گی۔ اس لیے شروع میں درسیات پر خاص توجہ دیجیے اور خارجی سرگرمیوں پر کم دھیان دیجیے۔ ہمارے خیال میں عالیہ اولی (عربی پنجم) تک آپ درسیات کو فوکس کریں۔ اس کے بعد آپ دیگر سرگرمیوں میں بھی حصہ لے سکتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے آپ ان سرگرمیوں میں تو حصہ لیں جو مدرسے کی طرف سے لازمی ہیں اور جن کے آپ پابند ہیں۔ مثلاً ہفتہ واری انجمن یا اسی طرح کی مشغولیتیں۔ لیکن جن چیزوں میں حصہ لینے نہ لینے میں آپ مختار ہیں تو پھر ان میں حصہ نہ لیجیے۔ چنانچہ ان ابتدائی سالوں میں یا تو مسابقات میں حصہ ہی نہ لیں یا اگر لیں بھی تو بس ایسی چیزوں میں، جن میں زیادہ وقت نہ دینا پڑے۔ مثلاً تقریر میں لے سکتے ہیں کہ اس میں زیادہ وقت نہیں جاتا۔ لیکن مقالہ نگاری یا مناقشہ یا اس طرح کی وقت طلب چیزوں سے بچنے کی کوشش کریں۔

یہ ہمارا اپنا خیال ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے اساتذہ اس سے متفق نہ ہوں۔ اگر ایسا ہے تو آپ اپنے اساتذہ اور مشرفین کی ہی بات مانیں۔

۷۔ یاد کیسے کریں/اور محفوظ کیسے رکھیں؟

بہت سے طلبہ کو شکایت ہوتی ہے کہ وہ جو کچھ یاد کرتے ہیں، انھیں یاد نہیں ہوتا یا جلد ہی بھول جاتے ہیں۔ ان سے عرض ہے کہ دو تین باتوں کا خیال رکھیں تو ان شاء اللہ امید ہے کہ ان کو یاد بھی ہو جائے گا اور یاد رہے گا بھی۔

۱۔ محض رٹ کر یاد نہ کریں۔ اگر چہ رٹے بغیر چارہ نہیں؛ لیکن جو چیز بھی رٹیں، تو اسے سمجھ کر رٹیں۔

۲۔ یاد کرنے کے بعد کتاب بند کر کے دوہرائیں اور خود کو سنائیں، یعنی خود اندازہ کر کے دیکھیں کہ مجھے یاد ہوا یا نہیں۔

۳۔ کوشش کریں کہ جو یاد کر رہے ہیں، اسے کسی رف کاپی پر لکھ بھی لیا کریں۔ یعنی جو سبق یاد کرنا ہو، اس کا خلاصہ کاپی پر لکھ لیں تو بات ذہن نشیں رہے گی؛ اس لیے کہ لکھنے میں دو تین کام ایک ساتھ ہوتے ہیں: دیکھنا، پڑھنا اور لکھنا۔

۴۔ دوسرے ساتھی سے وہ چیز سنیں اور خود بھی سنائیں؛ کیوں کہ سننے سے بھی بات جلدی یاد ہوتی ہے۔

۵۔ سب سے اہم چیز یہ کہ جب یاد کریں تو سبق پر مکمل توجہ ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ آدھا ذہن سبق میں ہے، آدھا کہیں اور۔

۶۔ ایک اہم بات یہ کہ جب آپ یاد کریں تو ذہن میں یہ تصور کریں کہ آپ زندگی بھر کے لیے یاد کر رہے ہیں۔ یہ نہ سوچیں کہ استاد کو سنانے کے لیے یا امتحان میں پاس ہونے کے لیے یاد کر رہے ہیں؛ اس لیے کہ جدید تحقیق کے مطابق آپ کا ذہن کسی بات کو اتنے وقت کے لیے ہی محفوظ کرتا ہے، جس کا آپ یاد کرتے وقت تصور کرتے ہیں۔ اگر آپ نے امتحان میں پاس ہونے کے لیے یاد کیا ہے تو پھر امتحان کے بعد وہ چیز آپ کے ذہن سے نکل جائے گی۔ یہ مجرب ہے۔ آپ کو بھی شاید اس کا تجربہ ہوا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ امتحان کے زمانے میں یاد کی ہوئی چیزیں دیر پا نہیں ہوتیں۔ لہذا آپ جب یاد کریں تو صرف استاد کو سنانے یا امتحان کی نیت نہ کریں؛ بلکہ یہ سوچیں کہ آپ اپنے فائدے اور علم حاصل کرنے کے لیے یاد کر رہے ہیں۔

۸۔ غلط عادتیں بدلیے:

ایک بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ زمانۂ طالب علمی میں جو عادتیں پڑ جاتی ہیں، وہ ہمیشہ برقرار رہتی ہیں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ انھیں بدلا جا سکے۔ اس لیے کوشش کیجیے کہ آپ طالب علمی کے دور میں ہی

اچھی عادتیں پیدا کریں۔ مثلاً مطالعے کی عادت ڈالیے۔ اپنے اندر استقامت پیدا کیجیے۔ وقت گزاری سے بچیے۔ اپنا شیڈول (نظام الاوقات) بنا کر اس کے مطابق عمل کیجیے۔ اگر آپ مستقبل میں کچھ بننا چاہتے ہیں تو بچپن میں اپنی عادتوں کو اچھا کر لیجیے۔ قاسم علی شاہ (پاکستان کے مشہور کاؤنسلر) کا یہ جملہ بڑا اچھا ہے کہ ''عادتیں ہم بناتے ہیں۔ پھر عادتیں ہمیں اور ہمارے مستقبل کو بناتی ہیں۔ دنیا کا کوئی بندہ اپنے مستقبل کو تو نہیں بدل سکتا؛ لیکن اپنی عادتوں کو بدل سکتا ہے۔ تو اسے چاہیے کہ اپنی عادتیں بدل لے۔ اس کی عادتیں اس کا مستقبل بدل دیں گی''۔

۹۔ نظام الاوقات بنایئے اور سالانہ، ماہانہ، ہفتہ واری اور یومیہ ٹارگٹ طے کیجیے:

جو طلبہ ابھی مدرسی زندگی میں ہیں، انھیں بھی چاہیے کہ سالانہ، ماہانہ، ہفتہ واری اور یومیہ ٹارگٹ طے کر کے رکھیں۔ یعنی ایک خاکہ بنالیں کہ ہر روز اتنا کام کرنا ہے، ہفتے میں اتنا، مہینے میں اتنا اور سال میں اتنا۔ اس کا تعلق درسیات سے بھی ہے اور خارجی مطالعے سے بھی۔ درسیات میں یہ چیز تھوڑی دشوار ہے کہ روزانہ کا ٹارگٹ کیسے طے کریں؛ لیکن اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ یہ سوچیں کہ مجھے روزانہ پچاس جملے بنانے ہیں۔ ہفتے میں تین سو اور مہینے میں بارہ سو۔ یا اسی طرح مجھے ہر روز اپنی کتاب کے دو شعر یاد کرنے ہیں۔ پھر اسی حساب سے ماہانہ اور سالانہ تعداد طے کرلیں۔ اسی طرح حدیثیں یاد کرنے کی تعداد طے کرسکتے ہیں۔ نصوص حفظ کرنے کا اندازہ کرلیں کہ ایک دن میں، ہفتے میں اور مہینے یا سال میں کتنے نصوص یاد کرنے ہیں۔

البتہ درسیات کے علاوہ خارجی مطالعے کے لیے تو یہ کام دونوں طرح کے طلبہ کرسکتے ہیں؛ وہ بھی جو ابھی زیر تعلیم ہیں اور وہ بھی جو نو فارغ ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر نیا سال جب شروع ہو، تو بالکل ابتدا میں ہی پورے سال کا ایک خاکہ بنائیں۔ مثلاً آپ طے کریں کہ اس سال آپ کو ۲۴ ہزار صفحے پڑھنے ہیں۔ پھر آپ ان ۲۴ ہزار صفحات کو مہینے پر تقسیم کیجیے، یعنی ہر مہینے دو ہزار صفحے پڑھنے ہیں۔ پھر دو ہزار کو ہفتے پر، یعنی ایک ہفتے میں تقریباً تین سو صفحات۔ پھر تین سو کو دن پر، یعنی ہر دن تقریباً ۵۰ صفحات۔ زیر تعلیم طلبہ کم صفحات طے کریں جس سے درسی تعلیم میں حرج نہ ہو اور فارغین زیادہ صفحات طے کریں۔ آپ اس طرح کیجیے، پھر یومیہ، ہفتہ واری، ماہانہ اور سالانہ جائزہ لیتے

رہیے۔ اِن شاء اللہ اس طریقے سے ایک تو آپ کی ہمت بندھی رہے گی اور طبیعت میں اکتاہٹ پیدا نہ ہوگی۔ دوسری طرف آپ کے مطالعے میں تسلسل قائم رہے گا، جو بجائے خود ایک بہترین عادت ہے۔

دوسری چیز یہ کہ ٹارگٹ متعین کرنے کے ساتھ اپنا نظام الاوقات ضرور بنائیں، یعنی کس وقت کونسا کام کرنا ہے۔ کس وقت سبق یاد کرنا ہے۔ کس وقت مطالعہ کرنا ہے اور کس وقت دیگر حوائج وضروریات پورے کرنے ہیں۔

ایک بات یہ ذہن میں رہے کہ نظام الاوقات بہت آسان اور آرام دہ بنائیں۔ طلبہ یا تو نظام الاوقات بناتے ہی نہیں۔ اور اگر بناتے ہیں تو بہت تنگ (ٹائٹ) شیڈول بناتے ہیں، جس پہ عمل نہیں ہو پاتا اور چند دن میں ہی ہمت جواب دے جاتی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ شیڈول ایسا بنائیں جس کی پابندی کر سکیں اور جس پر ہمیشہ کاربند رہ سکیں۔ چنانچہ اپنے نظام میں کھیل کود، تفریح اور گفتگو کے لیے بھی وقت کی گنجائش رکھیں۔ غرض یہ کہ ایسا نظام بنائیں جو آپ کو بوجھ نہ لگے؛ بلکہ اس میں مزہ آنے لگے۔

اگرچہ آسان سے آسان شیڈول بنانا اور پھر اس پر عمل کرنا بھی؛ طبیعت پر شاق گذرتا ہے؛ لیکن یاد رکھیے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اور پھر اگر کچھ بننا ہے، تو کچھ نہ کچھ تو زحمت اٹھانی ہی پڑے گی۔

۱۰۔ اپنا ہدف لکھ لیجیے:

انگریزی کا ایک جملہ ہے: ”If you have a goal write it down.If you do not write it down,you do not have a goal.you have a wish.“ یعنی اگر آپ کا کوئی ہدف ہے تو اسے لکھ لیجیے؛ اس لیے کہ اگر آپ اسے لکھتے نہیں ہیں، تو گویا آپ کوئی ہدف نہیں رکھتے۔ بس ایک خواہش رکھتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ صرف خواہش اور تمنا سے کسی کا کوئی بھلا نہیں ہو سکتا۔

یہ بڑی اہم بات ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ جو لوگ اپنا ہدف کہیں لکھ لیتے ہیں، ان کی کامیابی

کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

اس لیے آپ بھی اپنا جو ہدف طے کریں، کسی ایسی جگہ اسے ضرور لکھ لیں، جہاں آپ کی نگاہ بار بار پڑتی رہے۔تا کہ جب بھی آپ کی نظر اس پر پڑے،فوراً آپ کو اپنا ہدف یاد آ جائے۔یہ چیز آپ کو یاد دلاتی رہے گی کہ آپ نے اپنے ہدف کو حاصل کرنے کے لیے کتنی محنت کی ہے اور ابھی کتنی کرنی ہے۔

۱۱۔ کسی کو مشرف و رہنما ضرور بنائیے:

یہ ہم پیچھے ذکر کر ہی چکے ہیں کہ ایک طالب علم کی مطالعاتی زندگی میں مشرف اور رہنما کا بڑا اہم رول ہوتا ہے۔حضرت مولانا علی میاںؒ مطالعے کو دو دھاری تلوار سے تشبیہ دیتے تھے۔مطالعہ بسا اوقات نقصان بھی دے سکتا ہے؛ کیوں کہ دنیا میں ہر روز سیکڑوں کتابیں چھپ رہی ہیں۔وہ سب کی سب نہ لائق مطالعہ ہیں اور نہ ہی کوئی شخص سب سے استفادہ کرسکتا ہے۔ایسی صورت میں کتابوں کے انتخاب کا مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔اور یہ کام کوئی ماہر و تجربے کار ہی کرسکتا ہے۔اس لیے آپ کسی نہ کسی کو اپنا رہنما ضرور طے کریں، جسے آپ اپنے لیے مخلص سمجھیں اور جس میں رہنمائی کرنے کی صلاحیت بھی ہو۔پھر ہمیشہ اس سے تعلق باقی رکھیں اور اس سے مشورے لیتے رہیں۔

۱۲۔ روزنامچہ (ڈائری) لکھنے کا معمول بنائیے:

رات کو سونے سے پہلے دن بھر کی سرگرمیوں پر ایک نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ آپ نے اپنا وقت کس طرح گذارا؟ پھر ان تمام باتوں کو ایک ڈائری میں لکھتے جائیے۔ڈائری لکھنے کے دو بڑے فائدے ہیں: ایک تو یہ کہ یہ چیز آپ کو وقت کے ضیاع سے بچائے گی؛ کیوں کہ جب آپ دن بھر کی سرگرمیوں کو لکھنے کا معمول بنائیں گے تو ازخود ایسے کاموں سے بچیں گے، جنھیں لکھتے ہوئے شرم محسوس ہو۔اس کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح لکھنے کی مشق ہو جائے گی۔کوشش کیجیے کہ ڈائری عربی میں لکھیں۔اس کا ایک تیسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یہ چیز عربی میں مہارت پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

۱۳۔ عملی زندگی پر بھی توجہ دیجیے:

یہ ہم سب ہی جانتے ہیں کہ علم حاصل کرنے کا بنیادی مقصد اپنی اصلاح ہے۔ اگر کوئی انسان علم کی اعلیٰ سے اعلیٰ چوٹی سر کر لے؛ لیکن عملی اعتبار سے نہایت کوتاہ ہو، تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لیے جس طرح آپ اپنے مطالعے کا سالانہ نصاب مرتب کرتے ہیں، اسی طرح اپنی عملی زندگی کے لیے بھی کوئی نصاب و نظام طے کیجیے اور سال بہ سال اس میں اضافہ کرتے رہیے۔ مثلاً ایک سال آپ ہر روز ایک پارہ پڑھتے تھے تو اگلے سال دو پارے شروع کر دیجیے، پھر اس سے اگلے سال تین پارے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے، اس میں اضافہ کرتے رہیے۔ اسی طرح اپنے اوراد واذکار کا بھی نظام بنائیے۔ نوافل اور سنتوں کی پابندی کیجیے۔

کہنا یہ ہے کہ ہر سال آپ کی عملی زندگی میں بھی ترقی ہونی چاہیے۔ آپ کو خود لگے کہ ہاں میرا نیا سال، عملی اعتبار سے گزشتہ سال سے بہتر ہے۔ اس سلسلے میں اسلاف کے واقعات بڑے عجیب وغریب ہیں۔ حضرت سعید بن مسیّبؒ کے بارے میں منقول ہے کہ بیس سال تک کبھی انھوں نے نماز میں کسی کی پیٹھ نہیں دیکھی، یعنی ہمیشہ پہلی صف میں رہے۔

اس لیے آپ چاہے ابھی مدرسے میں ہوں یا فارغ ہو کر کسی دوسرے میدان سے جڑ گئے ہوں، اپنی عملی زندگی کی فکر ضرور کریں۔ خاص کر نمازوں کی پابندی، اذکار وادعیہ اور سنن ونوافل کا اہتمام اور قرآن کی تلاوت۔

نیز دعاؤں کا اہتمام کیجیے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے لَو لگائے رہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۴۔ دوسروں کی دعائیں لیجیے:

ہوسکتا ہے کہ یہ بات آپ کو عجیب لگے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انسان کی زندگی میں دوسروں کی دعا کی بڑی تاثیر ہوتی ہے۔ بہت سے ناکارہ لوگ دوسروں کی دعاؤں کی بدولت کامیاب بن جاتے ہیں۔ بہت سے بیمار اور پریشان حال لوگ کسی کی دعا سے شفایاب اور آسودہ حال ہوجاتے

ہیں۔اس سلسلے میں بہت سے واقعات بھی ہیں؛ لیکن ہم ان سے صرف نظر کرتے ہیں۔

اس لیے ہمیشہ ایسے کام کیجیے جن سے خوش ہوکر دوسرے لوگ آپ کے لیے دل کی گہرائی سے کامیابی اور ترقی کی دعا کریں۔دوسروں سے دعا کے لیے کہنا بھی اچھی بات ہے؛ لیکن اِس سے بہتر یہ ہے کہ آپ کو کسی سے کہنا ہی نہ پڑے، وہ خود ہی آپ کے لیے دعا کرے۔

دعائیں حاصل کرنے کا سب سے بہتر طریقہ خدمت ہے۔یاد رکھیے کہ کوئی بھی انسان دل سے اسی وقت دعا دیتا ہے، جب آپ اس کی کوئی ضرورت پوری کر دیں، اس کی کوئی پریشانی دور کر دیں یا اس کی کچھ خدمت کر دیں۔اس لیے کوشش کیجیے کہ آپ ہمیشہ دوسروں کے کام آئیں۔دوسروں سے مسکرا کر ملیں۔بڑوں کا احترام کریں۔

خاص کر والدین، اساتذہ اور ضعیفوں اور کمزوروں کی ضرور خدمت کریں اور ان کی دعائیں حاصل کریں۔جب بھی گھر جائیں تو اپنے دادا دادی، نانا نانی اور والدین کی خوب خدمت کریں۔ان کے ہاتھ پیر دبائیں۔ان کی چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کریں۔اسی طرح اگر کہیں کوئی ضعیف یا بوڑھا نظر آئے اور اسے کسی سہارے کی ضرورت ہو تو آپ اسے سہارا دیں، چاہے اس کے لیے آپ کو کچھ مشقت بھی برداشت کرنی پڑ جائے۔

سچ کہتا ہوں- ہوسکتا ہے آپ کو ابھی اس کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو؛ لیکن یقین جانیے- کہ یہ چیز بسا اوقات لاکھ کوششوں پر بھاری پڑ جاتی ہے اور کسی کے دل سے نکلی ہوئی دعا آپ کی تقدیر بدل دیتی ہے۔

۱۵۔ ”جب جاگے تبھی سویرا“

بہت سے طلبہ جنھوں نے اب تک اِس طرح محنت نہیں کی ہوگی اور جو بلا کسی نظام اور ترتیب کے پڑھتے رہے ہوں گے، ہوسکتا ہے کہ اس تحریر کو پڑھ کر انھیں تنبہ ہو اور وہ یہ سوچیں کہ کاش ہمیں بھی اِن باتوں کا پہلے پتہ چل جاتا، تو اِن کے مطابق عمل کرتے۔اب تو وقت نکل گیا۔اب ہم کیا کریں اور کیسے کریں۔ایسے طلبہ سے عرض ہے کہ اچھے لوگ ماضی سے سبق حاصل کرتے

ہیں۔وہ یہ نہیں کرتے کہ ماضی کو یاد کر کے افسوس میں مبتلا ہو جائیں یا بس ہاتھ مَلتے رہیں۔

اگر آپ کو تنبہ ہوا تو آپ ابھی سے اپنی محنت کا انداز بدل ڈالیے اور نئے عزم وحوصلے کے ساتھ میدان میں اتریے اور ارادہ کیجیے کہ ماضی میں جو کوتاہی ہوئی، وہ دوبارہ نہیں کریں گے۔

ایسے طلبہ دو طرح کے ہو سکتے ہیں:ایک وہ جو ابھی بھی کسی اونچے درجے میں زیر تعلیم ہیں۔دوسرے وہ جو فارغ ہو چکے ہیں۔

پہلے ہم ان طلبہ سے عرض کریں گے جو ابھی بھی زیر تعلیم ہیں کہ اگر آپ کی بنیاد کمزور رہ گئی ہے ،تو آپ جس درجے میں بھی ہوں، اس درجے کے سارے کام پورے کرنے کے ساتھ ساتھ ،تھوڑا سا وقت الگ سے نکالیے۔

اُس وقت میں کرنا یہ ہے کہ عربی ادب کی کوئی کتاب- جسے آپ پہلے کسی درجے میں پڑھ چکے ہوں-منتخب کریں اور اس کا گہرائی سے مطالعہ شروع کر دیں۔طریقہ یہ ہو کہ ہر ہر جملے کو سمجھ کر اور حل کر کے آگے بڑھیں، بالخصوص اس کی نحوی وصرفی تراکیب پر خاص توجہ دیں؛اس لیے کہ سب سے بنیادی چیز ہے عبارت فہمی۔اگر کسی طالب علم کے اندر عبارت سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے ،تو پھر وہ کچھ بھی حاصل کر سکتا ہے اور کسی بھی موضوع میں مہارت پیدا کر سکتا ہے۔اب ظاہر ہے کہ اس وقت میں آ کر آپ ساری چیزوں پر تو مکمل توجہ نہیں دے سکتے؛ کیوں کہ نصاب اس کی اجازت نہیں دے گا۔اس لیے آپ تھوڑی سی محنت عبارت فہمی پر کر لیجیے۔یقین مانیے اگر آپ نے پانچ چھ مہینے اس طرح محنت کر لی،تو امید ہے کہ آپ کی کوتاہیوں کی بڑی حد تک تلافی ہو جائے گی۔پھر جب آپ کو لگے کہ ہاں اب عبارت سمجھنے کی صلاحیت پختہ ہو گئی ہے تو پھر کسی موضوع کو منتخب کر کے اس پر محنت کیجیے، جس کی تفصیلات آپ پڑھ چکے ہیں۔

رہے وہ طلبہ جو فارغ ہو چکے ہیں،تو ان سے عرض ہے کہ اگر آپ فارغ ہونے کے بعد تدریس سے وابستہ ہیں،تو کوشش کیجیے کہ شروع میں نحو وصرف اور ادب کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں اور پھر ان میں خوب محنت کریں۔اِن شاءاللہ ایک دو سال میں ہی آپ کی کمیاں دور ہو جائیں گی۔

اور اگر آپ تعلیم و تعلم کے علاوہ کسی پیشے یا تجارت وغیرہ سے وابستہ ہیں تو بھی یہ کریں کہ

مطالعے کی کوئی ترتیب بنائیں۔اور اپنی فہرست میں اردو وعربی دونوں طرح کی کتابیں رکھیں۔ ان شاء اللہ تھوڑے ہی عرصے میں آپ کی صلاحیت میں ترقی ہونی شروع ہو جائے گی اور پھر آپ کے اوپر ہوگا کہ جتنی چاہیں اونچی تعمیر کریں۔البتہ یہ بات ہمیشہ ذہن نشیں رہے کہ مطالعے کا سلسلہ کبھی نہ چھوٹے۔اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو پھر کوئی امید نہیں۔

عرض بس یہ کرنا ہے کہ جب بھی آپ کو اپنی کوتاہی کا احساس ہو جائے،اسی وقت سے ایک نئے حوصلے کے ساتھ آپ پھر سے محنت میں لگ جائیے۔اپنے ماضی پر آنسو بہانے کی بجائے آنے والے مستقبل کی تعمیر کی کوشش کیجیے اور یاد رکھیے کہ Some thing is better than nothing(کچھ نہ ہونے سے، کچھ نہ کچھ ہونا ہی بہتر ہے)۔لہذا اب آگے آپ جتنا کر سکتے ہیں،اس میں کوئی کوتاہی نہ برتیے۔ماضی کو جانے دیجیے۔وہ تو چلا گیا اور اب کبھی واپس نہیں آسکتا۔نہ آپ کی حسرت اسے واپس لا سکتی ہیں اور نہ آپ کے آنسو اسے لوٹا سکتے ہیں۔اس لیے جو بچا ہے،اس کی حفاظت کیجیے کہ کہیں وہ بھی نہ ہاتھ سے چلا جائے۔

ایک گذارش:

طلبۂ کرام سے گزارش ہے کہ اگر آپ کو اس کتاب سے کوئی فائدہ محسوس ہو،تو راقم کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔اور اگر آپ کو کسی چیز میں کوئی الجھن ہو تو آپ رابطہ کر سکتے ہیں۔

اساتذہ اور منتظمین سے درخواست ہے کہ ہمارے اکثر مدارس میں طلبہ کی رہنمائی اور Motivation(حوصلہ افزائی) یا دوسرے لفظوں میں Career Guidance پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی۔جب کہ اب تو یہ چیز ایک فن کی شکل اختیار کر چکی ہے۔عصری اداروں میں اس پر بڑی توجہ دی جاتی ہے اور ماہرین کو بلا کر محاضرات پیش کرائے جاتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے طلبہ کے سامنے اس طرح کی باتیں کھل کر بیان کریں۔اور اس پہلو پر خاص توجہ دیں۔

●●●

کچھ کتاب کے بارے میں

کتاب ہذا ’’جو تم کچھ بننا چاہو‘‘ مصنف کے گہرے مطالعے اور راہِ علم ودعوت میں تجربات کا نچوڑ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں اپنے آپ کو بنانے کا عزم وارادہ رکھنے والوں کے لیے یہ ’’گنج ہائے گراں مایہ‘‘ ہے تو قطعاً مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ ’’بقامت کہتر بقیمت بہتر‘‘ کی ہی نہیں ’’بہترین‘‘ کی مصداق ہے...... ہونہار، بیدار مغز، ذمے دار اور باشعور طلبہ کو مشورہ دوں گا کہ کتاب ہذا کا لگن کے ساتھ مطالعہ کریں اور اس کے بتائے ہوئے سانچے میں اپنے کو ڈھالنے کی کوشش کریں۔

(از مقدمۂ کتاب: مولانا علاؤالدین ندوی مدظلہ)

زیر نظر کتاب میں عزیزی مولوی محمد فرید حبیب ندوی نے طلبۂ مدارس کی بہت سی الجھنوں کا جواب دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مطالعے کے سلسلے میں بھی اچھی رہنمائی کی ہے۔ مطالعے سے صحیح فائدہ کس طرح اٹھایا جاسکتا ہے، اس پر بھی خوب لکھا ہے...... انھوں نے اس پر قلم اٹھانے کی جرأت کی۔ لکھا اور خوب لکھا اور طلبۂ مدارس کے لیے ایک گائڈ لائن تیار کردی۔ ہم اس پر ان کو بہت بہت مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اس کو مفید سے مفید تر بنائے اور ان سے مزید اچھے کام لے۔ اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

(مولانا فیصل احمد بھٹکلی ندوی مدظلہ)

Mohd. Fareed Habeeb Nadwi
Mob. 9012621589

Comp. & Designed by Abdur Rahman Arari
a, email: arehman212@yahoo.in

Imam Bukhari Research Academy
Ameer Nisha, Hathi Dooba, Aligarh, (U.P.)